Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- خون پینے والا ڈریکولا
- لکڑی کی میخیں
- جادوگر بھکشو
- ماریا زخمی ہوگئی
- سفید عقاب
- آگ اور سانپ
- ہندوستان کے ٹھگ
- عقرب دیوتا کا پجاری

خون پینے والا ڈریکولا

بگھی کے اگلے حصے پر ایک سیاہ پوش کوچوان بیٹھا ہوا تھا. گھوڑے کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح دوڑے آ رہے تھے بگھی جو پہلے ایک سیاہ دھبے کی طرح نظر آ رہی تھی قریب آ گئی تھی۔ مدہم روشنی میں گھوڑوں کے سیاہ جسم لہراتے ہوئے دہکتی آگ کی طرح لگ رہے تھے۔ بگھی عنبر کے پاس آ کر رک گئی۔ سیاہ پوش کوچوان بوڑھا آدمی تھا اس نے مسکراتے ہوئے عنبر سے کہا،

"اے نوجوان ۔ اس بھیانک اور سرد رات میں کدھر جا رہے ہو۔ کچھ ہی فاصلے پر قلعہ ہے میں اپنے مالک کے ساتھ وہیں رہتا ہوں میرا مالک بڑا مہمان نواز ہے۔ اگر تم چاہو تو رات قلعے میں گزار سکتے ہو آؤ بگھی میں بیٹھ جاؤ۔"

عنبر نے بڑے غور سے بوڑھے کو دیکھا۔

بوڑھے کے لمبوترے چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ناک طوطے کی طرح آگے سے مڑی ہوئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھے کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ جیسے زرد زرد چراغ جل رہے ہوں۔ آنکھوں کی پتلیاں گردش کرتیں تو صحرا کے وہ بھیانک منحوس گدھ یاد آ جاتے جو کسی مرے ہوئے انسان کی لاش کو نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔

عنبر کو یہ سب بڑا پُر اسرار لگا تھا جس طرف سے بگھی آئی تھی عنبر بھی اُدھر سے ہی آ رہا تھا مگر عنبر نے کوئی قلعہ نما عمارت نہیں دیکھی تھی۔ اس نے سوچا دیکھتے ہیں یہ بوڑھا سیاہ پوش کیا کرتا ہے۔

یہ سوچ کر عنبر بولا:

"اے مہربان بزرگ، تمہارا بڑا شکریہ۔ میں واقعی بڑا تھکا ہوا ہوں اور شہر کا راستہ بھی بھول چکا ہوں۔"

عنبر بگھی میں بیٹھ گیا۔ سیاہ پوش نے گھوڑوں پر چابک برسایا اور گھوڑے مڑ کر کچی سڑک کو روندتے ہوئے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ اسی وقت بادل گرجے اور بارش شروع ہو گئی۔ عنبر بگھی کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ رات کے ویران اور کالے کفن میں گھوڑے سرپٹ دوڑے جا رہے تھے۔ تاریک رات سیاہ بادلوں کے چھا جانے سے اور بھی تاریک ہو گئی تھی سیاہ بادل جن سے بارش کے سفید سفید موتی برس رہے تھے۔

بجلی خوفناک آواز میں کڑکی اور دور تک آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تیز روشنی پھیل گئی۔ اس تیز روشنی میں عنبر کو قلعے کے کھنڈرات نظر آئے۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ قلعہ کہاں سے آ ٹپکا۔ گھوڑے دوڑتے ہوئے قلعے کے بلند اور مضبوط دروازے کے سامنے رک گئے اور ایڑیاں زمین پر مارتے ہوئے بُری طرح ہنہنانے لگے۔

عنبر چھلانگ مار کر نیچے اُتر آیا۔ بوڑھا کوچوان اس کے پاس آکر بولا:

"یہ میرے مالک کا قلعہ ہے آؤ اندر چلتے ہیں۔ گھبراؤ نہیں میرے مالک بڑے مہربان انسان ہیں۔ اگر وہ آرام کر رہے ہوتے تو خود تمہارے استقبال کے لیے آتے۔"

عنبر اور بوڑھا سیاہ پوش قلعے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازہ کوئی آواز نکالے بغیر خود بخود کھلتا چلا گیا۔ بڑی عجیب بات تھی لیکن عنبر کو کیا پروا ہوتی۔ اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

قلعہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ کمروں میں مشعلیں روشن تھیں۔ در و دیوار سے وحشت برس رہی تھی۔ سیاہ پوش عنبر کو لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔ بڑا خوب صورت قالین فرش پر بچھا ہوا تھا۔ آتش دان میں لکڑیاں جل رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتش دان کے پاس ہی آرام دہ کرسی پڑی تھی اور یوں ہل رہی تھی جیسے ابھی ابھی کوئی اس پر سے اٹھ کر گیا ہے۔ اچانک لکڑیاں زور سے چٹخیں اور شعلوں کی سرخ زبانیں لمبی ہو گئیں۔

بوڑھے سیاہ پوش نے کہا:

"اے نوجوان تم بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

بوڑھا سیاہ پوش کمرے سے نکل گیا اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ سیاہ پوش تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک پرانے کمرے میں آ گیا۔ یہاں دیوار میں ایک ہتھی لگی ہوئی تھی۔ سیاہ پوش نے ہتھی پکڑ کر زور سے کھینچی تو گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں اتنا راستہ بن گیا کہ ایک آدمی بڑے آرام سے گزر سکتا۔

یہ خفیہ تہہ خانے کا راستہ تھا۔ سیاہ پوش سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے میں آ گیا۔ تہہ خانے کی فضا میں نمی اور سیل کی تیز بُو تھی۔ مشعل کی زرد رنگ کی اداس اور سوگوار روشنی میں تہہ خانے کا ماحول بے حد پر اسرار اور ہیبتناک تھا۔ چھت سے چمگادڑیں لٹک رہی تھیں۔ فرش پر ہڈیاں اور کھوپڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ ان کے درمیان میں ایک

ڈالی میز پڑی تھی۔

میز پر خون پینے والا ڈریکولا چت لیٹا ہوا تھا۔ میز کے عین اوپر ایک لاش سر کے بل لٹک رہی تھی۔ لاش کی شہ رگ میں ایک باریک نلکی نصب تھی جس میں سے لاش کا خون گزرتا ہوا ڈریکولا کے حلق میں پہنچ رہا تھا۔ لاش ایک عورت کی تھی اور خون نکلنے سے لاش کا رنگ سفید ہوتا جا رہا تھا۔ ڈریکولا کے پاس مردہ چمگادڑ کی کھوپڑی پڑی تھی۔

بوڑھے سیاہ پوش نے جیب سے ایک موم بتی نکال کر چمگادڑ کی کھوپڑی کے عین درمیان میں رکھی اور روشن کر دی۔ موم بتی کی روشنی ڈریکولا کے چہرے پر پڑنے لگی۔

سیاہ پوش نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا:

"طوفانی ڈریکولا۔ جاگ جا۔ تیرا غلام ایک نیا شکار لایا ہے۔ اس کا گرم اور لذیذ خون پی۔"

ڈریکولا کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈراؤنی سرخ آنکھیں — اس کے نوکیلے لمبے دانت باہر نکل آئے تھے۔ ہاتھوں کے ناخن بڑھے ہوئے تھے اس کا چہرہ اس قدر خوفناک تھا کہ کمزور دل آدمی تو دیکھتے ہی مر جاتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈریکولا نے عزاتی آواز میں کہا:

"میرے غلام۔ شکار کہاں ہے؟"

بوڑھے سیاہ پوش نے جھک کر ادب سے کہا:

"آقا۔ میں اسے بڑے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ نوجوان اور صحت مند ہے۔ اس کا خون گرم ہوگا۔"

ڈریکولا کا سنسنی خیز قہقہہ تہہ خانے میں گونجا۔ اس نے اٹھ کر سیاہ پوش کی گردن پر اپنا منہ رکھ دیا۔ اس کے تیز دانت گوشت میں اُتر گئے۔ ڈریکولا نے چند گھونٹ پینے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ اس کے کئی انچ لمبے دانتوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔

یہ اس قلعے کی خوف ناک بلا تھی جو مرنے کے بعد زندہ ہو گئی تھی۔ اس خوف ناک ڈریکولا کی خوراک انسانی خون تھی۔ تازہ انسانی خون جو اس کی زندگی کی ضمانت تھا۔ یہ ڈریکولا کبھی کبھار خون آشام چمگادڑ کے روپ میں قلعے سے نکل جاتا اور شہر پہنچ کر لوگوں کا گرم گرم خون پی جاتا۔ سیاہ پوش بوڑھا اس کا ساتھی تھا۔ وہ مسافروں کو دھوکہ دے کر قلعے میں لے آتا اور وہ ڈریکولا کا نشانہ بن جاتے۔ عنبر کو بھی سیاہ پوش اسی لیے لایا تھا۔

ڈریکولا تہہ خانے میں سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کا کالا

[illegible] پھڑپھڑا رہا تھا پھر ڈریکولا کے حلق سے ہولناک [illegible] نکلی اور وہ چمگادڑ بن کر اڑتا ہوا تہہ خانے سے [illegible] گیا۔

ادھر عنبر ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ باہر پورے زور [illegible] بارش ہو رہی تھی۔ بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے قلعہ کانپ اٹھتا تھا اچانک عنبر کو کسی [illegible] کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ اس نے دیکھا کھڑکی کے شیشے سے ایک بڑی چمگادڑ چمٹی ہوئی ہے اور اپنے پر مار کر شیشہ توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ چمگادڑ کی آنکھیں سرخ اور پنجے نوکیلے تھے۔

چمگادڑ نے زور سے پر شیشے پر مارے تو ایک چھناکے کے ساتھ شیشہ ٹوٹ گیا چمگادڑ اندر آ گئی۔ وہ بڑی مکروہ اور منحوس چیخیں مار رہی تھی۔ عنبر نے دیکھا چمگادڑ کے کان لمبے ہیں اور باہر کو نکلے دانتوں سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں جیسے وہ ابھی ابھی خون پی کر آئی ہے۔ وہ باہر بارش میں سے آئی تھی مگر بالکل خشک تھی۔

وہ مکروہ انداز میں چیختی، بڑے بڑے پر ہلاتی عنبر کے سر پہ چکر کاٹنے کے بعد فرش پر گر گئی۔ فرش پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرتے ہی اس کا جسم پھیلنے لگا اور انسانی شکل اختیار کرنے لگا چند لمحے بعد ڈریکولا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے لمبے اور خون آلود دانت پوری طرح سے کھلے ہوئے سرخ جبڑے سے جھانک رہے تھے۔

ڈریکولا دونوں ہاتھ پھیلا کر عنبر کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دانت نکوستے ہوئے کہہ رہا تھا:

"میں تیرا لذیذ خون پینے کے بعد تجھے بھی اپنے جیسا بنا دوں گا پھر تُو بھی خون پینے لگے گا"

ڈریکولا عنبر کے پاس آ گیا۔ اس کے جھپٹ کر اپنے لمبے بازوؤں میں عنبر کو دبوچ لیا۔ اس کے دانت پوری طرح باہر نکل آئے۔ اس نے بڑی بے تابی کے ساتھ عنبر کے کندھے پر منہ مارا اور دانت گوشت میں پیوست کرنا چاہے۔ مگر الٹا اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ ڈریکولا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"ایک بار پھر کوشش کرو شاید کامیاب ہو جاؤ اور میرا خون پی سکو۔"

ڈریکولا نے جھنجھلا کر عنبر کی گردن پر پنجہ مارا۔ اسے یوں لگا جیسے لوہے کی کسی چٹان پر پنجہ مارا ہو عنبر کی

گردن پر خراش تک نہ آئی تھی۔ اس کی عقل و دماغ حواس باختہ ہو کر رہ گیا۔ ڈریکولا گھبرا گیا کہ یا شیطان اعظم یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ کیسا انسان ہے جس کا نہ خون نکلتا ہے اور نہ زخم ہوتا ہے۔

ڈریکولا نے چیختے ہوئے فضا میں ہاتھ لہرایا۔ نجانے کہاں سے اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا آ گیا۔ ڈریکولا نے دونوں ہاتھوں سے چھرا تھام کر دھڑا دھڑ عنبر پر وار کرنا شروع کیے۔ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ چھرا عنبر کے سینے میں دھنستا مگر باہر نکلتے ہی کھال پھر سے مل جاتی۔ ڈریکولا زور زور سے اس کی گردن پر چھرا چلانے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ پتھر کی سِل پر چھرا تیز کر رہا ہے۔

عنبر مزے سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ڈریکولا نے عنبر کو چھوڑ دیا اور کھڑکی کی طرف بھاگا۔ عنبر نے اسے دبوچتے ہوئے کہا:

"جناب، اب مجھے بھی تو اپنی خدمت کا موقع دیجیے"۔

عنبر نے چھرا پکڑ کر ڈریکولا کے پیٹ میں گھونپ دیا اور گھمانے لگا۔ اب عنبر کے چکرانے کی باری تھی۔ ڈریکولا کے جسم سے بھی کوئی زخم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی خون نکلا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈریکولا نے کہا:

"اے انسان۔ تجھ میں وہ طاقت نہیں ہے کہ مجھے مار سکے۔ مجھ پر تیرا کوئی وار اثر نہیں کرے گا۔"

یہ کہہ کر ڈریکولا کھڑکی کی طرف منہ کر کے خوفناک انداز میں چیخا۔ اسی وقت کئی خونی چیلیں نمودار ہوئیں ان کی مڑی ہوئی چونچیں اور پنجے بڑے بڑے تھے۔ وہ پر پھیلا کر عنبر پر حملے کرنے لگیں۔ عنبر نے ان خونخوار چیلوں کو ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ ہر چیل کے جسم سے کالے رنگ کا ڈھیروں خون نکل کر فرش پر بکھر جاتا۔ ڈریکولا نے جب یہ منظر دیکھا تو کھڑکی کے راستے باہر چھلانگ لگا دی

عنبر لپک کر کھڑکی کی طرف آیا۔ کھڑکی کے اس طرف گہری کھائی تھی۔ عنبر نے دیکھا ڈریکولا کسی پرندے کی مانند ہوا میں اڑتا جا رہا ہے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ چیلیں بھی چیخیں چلاتی بھاگ گئیں۔ بارش اسی زور و شور سے ہو رہی تھی۔ عنبر کرسی پر بیٹھ گیا اس نے باقی رات قلعے میں ہی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا!!

لکڑی کی میخیں

صبح ہوئی تو عنبر قلعے سے نکل آیا۔

سیاہ گھوڑوں والی بگھی باہر کھڑی تھی۔ عنبر بگھی میں سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا رہا کہ کسی طرح اس خون پینے والے ڈریکولا کو ہلاک کر دینا چاہیے جو مسافروں کے لیے موت بنا ہوا ہے۔ عنبر شہر پہنچ کر سب سے بڑے گرجے میں گیا۔ وہ گرجے کے پادری کو ساری بات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

پادری نے عنبر کی بات سنی اور بولا:

"تم نے بہت اچھا کیا جو میرے پاس آ گئے۔ ڈریکولا خنجر یا گولی سے نہیں مر سکتا۔ اس کی موت تبھی ہو گی جب لکڑی کی میخ اس کے سینے میں ٹھونک دی جائے۔"

یہ کہہ کر پادری ٹہلنے اور بڑبڑانے لگا:

"تاریکی کا شیطان ڈریکولا پھر زندہ ہو گیا ہے۔ اسے مارنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت ضروری ہے وہ انسانوں کے خون کا پیاسا ہے اور جس کا خون پی لے اسے بھی اپنی طرح کا شیطان بنا دیتا ہے۔ شیطان ڈریکولا کے مرتے ہی اس کے چیلے بھی مر جائیں گے۔"

پادری ٹہلتے ہوئے رک گیا۔ اس کی بڑی بڑی چمکیلی آنکھیں عنبر پر جم گئیں اس نے کہا:

"اے نوجوان۔ تم یقیناً بڑے بہادر اور نیک ہو تبھی ڈریکولا کے پنجے سے نکل آئے۔ کیا تم ڈریکولا کو ختم کرنے میں میرا ساتھ دو گے۔ خدا تمہیں اس کا بڑا اجر دے گا۔"

عنبر نے جواب دیا:

"اے پادری۔ میں خود یہی چاہتا ہوں کہ شیطان ڈریکولا کا خاتمہ ہو جائے اور بے گناہ مسافر موت سے بچ جائیں۔"

پادری اور عنبر رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہو گئے۔ پادری نے گلے میں صلیب پہن رکھی تھی اس کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا اور لکڑی کی خاصی بڑی چار میخیں تھیں۔ عنبر کے ہاتھ میں ایک کدال تھی۔ قلعہ ویران پڑا تھا۔ عنبر اور پادری نے سارے کمرے کھنگال ڈالے مگر کوئی نظر نہ آیا۔

قلعہ کے پچھلی طرف ایک چھوٹا، قبرستان تھا۔ پادری اور عنبر قبرستان میں آ گئے۔ زرد چاند طلوع ہو چکا تھا۔ اس کی اداس اور زرد روشنی قبرستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ چوڑے پتوں والی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ قبریں ٹوٹی پھوٹی تھیں اور انکے کتبے گرے پڑے تھے۔ ہوا میں مردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بو رچی ہوئی تھی۔ قبرستان کی فضا بڑی خوفناک اور پُراسرار تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ ہر قبر کے سرہانے کسی نہ کسی جانور کا کالا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ لومڑ، الو، چمگادڑ، چیل، بلی، ان کے مجسمے بکھرے پڑے تھے۔

ایک جگہ تازہ قبر بنی ہوئی تھی۔

پادری قبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آسمان پر ایک نظر ڈالی اور عنبر سے کہا:

"اس قبر کو کھودو۔ لگتا ہے اس میں ڈریکولا کا کوئی تازہ شکار دفن ہے۔ آج کی رات قبر میں گزارنے کے بعد یہ بھی خون پینے والا بن جائے گا۔ ہمیں چاہیے اس سے پہلے ہی اسے ڈریکولا کے اثر سے نجات دلا دیں۔"

عنبر نے کدال سنبھالی اور تیزی سے قبر کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ قبر کھود کر عنبر اور پادری نے تابوت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکال لیا۔ پادری نے اپنے سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا:

"تابوت کا ڈھکن اُٹھا دو۔"

عنبر نے ایسا ہی کیا۔ اندر بوڑھے سیاہ پوش کی لاش پڑی تھی۔ شیطان ڈریکولا کو جب عنبر کا خون نہ ملا تو اس نے اپنے وفادار غلام کا ہی خون پی لیا اور اسے دفن کر دیا تاکہ وہ بھی خونی بن جائے ۔ سیاہ پوش کا چہرہ انتہائی خوف ناک ہو چکا تھا۔ سرخ زبان اور ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے دانت ۔ ہاتھوں کے ناخن غیر معمولی طور پر لمبے اور نوکیلے ہو گئے تھے۔

پادری نے ایک بار پھر سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بنایا۔ عنبر نے لکڑی کی ایک میخ لے کر سیاہ پوش کے سینے پر رکھی اور پوری طاقت سے ہتھوڑا مارا۔ میخ دھنستی چلی گئی۔ سیاہ پوش نے آنکھیں کھول کر انتہائی دل دوز چیخ ماری اور تڑپنے لگا۔

پادری انجیل مقدس پڑھ کر پھونکیں مارنے لگا۔

سیاہ پوش تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا اسکے دانت ٹھیک ہو گئے۔ ناخن غائب ہو گئے اور چہرے پر اطمینان سا چھا گیا۔ پادری نے دعائے مغفرت پڑھی اور

عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"یہ اب مرا ہے۔ اب یہ شیطان ڈریکولا کی قید سے نکل گیا ہے۔ خدا وند اس پر رحم فرمائیے۔"

فضا میں کئی چمگادڑیں چکر کاٹ رہی تھیں۔ عنبر نے چاندنی میں ان چمگادڑوں کی چمکتی آنکھیں دیکھیں عجیب رنگ تھا۔ ان آنکھوں کا۔ کبھی زرد تو کبھی سرخ جیسے انگارے دہک رہے ہوں۔ پادری نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو چمگادڑیں چیختی ہوئی منتشر ہو گئیں۔ پادری نے گلے میں لٹکی صلیب کو بوسہ دیا اور بولا:

"شیطان ڈریکولا اس قبرستان میں کہیں چھپا ہوا ہے اسے تلاش کرو۔"

ٹھنڈی یخ ہوا چل رہی تھی۔ خشک پتے اجڑی ہوئی قبروں پر چکر کھا رہے تھے۔ جھینگروں، مینڈکوں اور گرگٹوں کی ٹرٹراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ عنبر اور پادری شیطان ڈریکولا کی تلاش میں ادھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ انہوں نے سارا قبرستان چھان مارا مگر ڈریکولا کا کوئی پتہ نہ تھا۔ وہ اس وقت ایک پرانی بارہ دری کے پاس کھڑے تھے۔

اچانک عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے سوکھے پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ عنبر اس طرف کا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دیکھا کر شیطان ڈریکولا اپنے ہاتھ میں لوہے کی ایک چمک
سلاخ لیے کھڑا ہے۔ عنبر کو دیکھتے ہی وہ غائب ہوگیا۔

پادری نے عنبر کے پاس آتے ہوئے کہا:

"کون تھا عنبر"

"شیطان ڈریکولا" عنبر نے جواب دیا:

"مجھے دیکھ کر بھاگ گیا اس کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ تھی"۔

"لوہے کی سلاخ" پادری بڑبڑایا پھر اس نے اپنے سی
پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا:

"وہ ہمیں مارنا چاہتا ہے خداوند اس پر اپنا عتاب ناز
کرے اور اس کو انگاروں سے جلائے"۔

ڈراؤنی اور کالی رات میں دونوں پھر شیطان ڈریکولا ک
ڈھونڈنے لگے۔ عنبر بارہ دری سے اتر کر دوسری طرف
گیا۔ جہاں جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ عنبر کچھ آگے بڑھا تھا
ایک قبر سے لاش نکل آئی۔

بھیانک چہرے والی اس لاش کے دانتوں میں خنجر د
ہوا تھا۔ رنگ کالا سیاہ اور پاؤں اُلٹے تھے۔ سر پر بکھ
سڑے بال تھے جیسے جنگلی جھاڑیاں ہوں۔ لاش نے خنجر
دانتوں سے نکال کر فضا میں اچھالا۔ خنجر گرتے وقت لا

ن پر گرا۔ گردن کٹ گئی اور خون بہنے لگا۔
ش نے اپنا سر ہاتھ پر اٹھا لیا اور عنبر کی طرف
ے ہوئے بولی:

"ا سر جوڑ دو آؤ۔ آؤ اسے جوڑ دو"۔

کٹی لاش آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اس
اتھ پر رکھے کٹے ہوئے سر کے ہونٹ مسلسل
ے تھے۔ "میرا سر جوڑ دو" خون کے قطرے ٹپک
تھے۔ عنبر لاش کی طرف بڑھا تو لاش چیخ مار کر
قبر میں کود گئی عنبر بھاگ کر وہاں گیا لیکن ۔ لیکن
ل پڑی تھی پر اسرار لاش غائب ہو چکی تھی۔

دیر حیران عنبر وہاں کھڑا رہا۔ کسی طرف سے کوئی
از نہیں آ رہی تھی۔ مینڈک وغیرہ بھی ٹرٹرانا بند ہو
تھے۔ یوں لگا جیسے ہر شے نے سانس روک لیا
ہوا بھی ساکت ہو گئی تھی پھر ایک ہولناک چیخ
سناٹے کو درہم برہم کر دیا۔ وہ لرزہ خیز، خون
کرنے والی بھیانک چیخ قبرستان کے وسط سے اٹھی
تاریکی کا سینہ چیر کر آنے والی یہ چیخ پگھلا ہوا
بن کر عنبر کے کانوں میں اتر گئی۔

پادری کی چیخ تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر پوری طاقت سے اُدھر بھاگا۔ اس نے دیکھا پادری کے سینے میں لوہے کی چمکتی سلاخ آر پار ہو چکی ہے اور خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ کالے لبادے والا شیطان ڈریکولا ایک طرف بھاگا جا رہا تھا پھر وہ ایک قبر میں چھلانگ لگا کر غائب ہو گیا۔ عنبر پادری کی طرف لپکا۔ پادری کا چہرہ درد و اذیت سے بگڑ چکا تھا۔ لوہے کی سلاخ دل کو چیرتی ہوئی گزر گئی تھی۔ پادری نے نیکی اور بھلائی کا کام کرتے ہوئے جان دے دی تھی۔

لکڑی کی دو میخیں اور ہتھوڑا زمین پر پڑا تھا۔ عنبر نے انہیں اٹھا لیا اور اس قبر کی طرف بھاگا جس میں ڈریکولا نے چھلانگ لگائی تھی۔ قبر کے پاس پہنچتے ہی عنبر کو ٹھوکر لگی وہ اچھل کر گرا۔ اس کا سر قبر کے سرہانے بنے گیدڑ کے مجسمے سے ٹکرایا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے برف کے بلاک سے اس کا سر ٹکرایا ہو۔ سردی کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑتی چلی گئی۔

عنبر اٹھا ہی تھا کہ اسے ہنسنے کی آواز آئی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دو کفن پوش مردے پادری کی لاش پر جھکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں کی جگہ خالی

گڑھے تھے۔ کفن پر جا بجا خون کے دھبے تھے۔ ان کے لمبے نوکیلے دانت باہر نکلے ہوئے تھے بڑے خوف ناک لگ رہے تھے۔ پھر ایک مردے نے جھٹکے کے ساتھ پادری کا سر دھڑ سے الگ کیا اور خون پینے لگا۔ مردے نے اپنے جبڑے گردن پر جما رکھے تھے اور خون پی رہا تھا۔

دوسرے مردے نے پادری کا دل نکال لیا اور کچر کچر کر کے کھا گیا۔ بڑا ڈراؤنا منظر تھا عنبر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ قبر سے ایک مردہ عورت نکلی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے آنکھوں کے گرد پیالہ نما حلقے تھے اور زبان منہ سے باہر لٹکی رہی تھی۔ مردہ عورت کے ہاتھ میں چمکتی تلوار تھی اس نے ہولناک چیخ مار کر تلوار عنبر کے سر پر دے ماری۔ کھٹاک سے تلوار ٹوٹ گئی۔ عنبر نے جواباً ہتھوڑا گھما کر مردہ عورت کی کھوپڑی پر مارا۔ اتنی طاقت سے ہتھوڑا مارا گیا تھا کہ کسی چٹان پر پڑتا تو وہ بھی پاش پاش ہو جاتی مگر مردہ عورت پر کوئی اثر نہ ہوا۔

عنبر کو پادری کی بات یاد آگئی۔

یہ شیطان اسی صورت میں مر سکتے تھے کہ ان کے سینوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں لکڑی کی میخیں ٹھونک دی جائیں۔ عنبر نے بڑی تیزی کے ساتھ لکڑی کی ایک میخ عورت کے سینے پر رکھی اور ہتھوڑا مارا۔ میخ عورت کے جسم میں دھنس گئی۔ اس کے حلق سے دل ہلا دینے والی چیخ نکلی اور ساتھ ہی وہ ایک پرانے ڈھانچے میں بدل گئی۔

عنبر نے قبر میں چھلانگ لگا دی۔ قبر کسی اندھے کنوئیں کی مانند گہری تھی۔ اس کی تہہ میں ہڈیوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے تھے۔ عنبر ایک دھماکے کے ساتھ ان ڈھانچوں پر گرا۔ کڑکڑاہٹ کی بھیانک آواز کے ساتھ کئی ڈھانچے چکنا چور ہو گئے۔ قبر کی دیوار میں ایک دروازہ تھا جو کھڑکی جیسا تھا۔ اس میں سے جھکے بغیر نہیں گزرا جا سکتا تھا۔ عنبر اس کھڑکی نما دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس نے لکڑی کی میخ اپنے لباس میں چھپا لی تھی۔

کچھ آگے جا کر سیڑھیاں آ گئیں جو نیچے کو جا رہی تھیں۔ یہاں دھندلی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر سیڑھی پر ایک انسانی کھوپڑی پڑی تھی۔ جن میں عجیب قسم کی موم بتیاں جل رہی تھیں یہ دھندلی سرخ روشنی انہی سے پھوٹ رہی تھی۔ عنبر نیچے اترنے لگا۔ مردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بو اب تیز ہو گئی

تھی پھر اس بو میں لوبان کی بو بھی شامل ہو گئی۔

سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک بڑا دالان آ گیا اور سامنے ایک پرانا مصری مقبرہ نظر آنے لگا جسے اہرام کہتے ہیں۔ عنبر نے اپنی زندگی میں کئی اہرام دیکھے تھے بلکہ وہ بارہ سال کی عمر میں اپنے منہ بولے باپ رجال کے ساتھ مل کر اہرام بناتا رہا تھا۔ بڑے بڑے پتھروں سے بنی تکونی عمارت کو اہرام کہا جاتا ہے قدیم مصر کے فرعون مرنے کے بعد ان اہراموں میں دفن ہوتے تھے۔ مرے ہوئے فرعون کی لاش کو دوائیاں لگا کر محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ یہ محفوظ شدہ لاشیں ممی کہلاتی تھیں۔ مرنے والے فرعون کی لاش کے ساتھ اس کے زندہ غلاموں، کنیزوں اور سونے چاندی کے زیوروں کو دفن کر دیا جاتا تھا کیوں کہ مصر کے پرانے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد فرعون اگلے جہان میں زندہ ہو جاتا ہے اور اسے غلاموں اور کنیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

عنبر یہ اہرام دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

زمین سے سینکڑوں فٹ نیچے اتنا شاندار اور قدیم ہرم — عنبر کو معلوم نہ تھا کہ یہ خون پینے والے شیطان کی بستی ہے۔ وہ اہرام کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اہرام کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کے نتھنوں میں مشک کافور اور لوبان کی تیز بو گھس گئی۔ اس قسم کی بو عنبر نے ہزاروں سال پہلے مصر کے پرانے قبرستان میں محسوس کی تھی۔

ہرم کی دیواروں پر چمک دار رنگوں سے مختلف جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سرخ رنگ نمایاں تھا۔ لہو کی طرح گیلا گیلا رنگ ۔ اچانک عنبر کو یوں لگا جیسے ہر تصویر زندہ ہو گئی ہے اور اسے گھورنے لگی ہے۔ عنبر کو کبھی خوف محسوس نہیں ہوا تھا مگر ان لہو رنگ تصویروں میں نجانے کیا بات تھی کہ عنبر کو اپنے جسم میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ وہ اس لمبی راہداری سے گزر کر ایک چوکور وسیع کمرے میں آ گیا۔ یہاں دیوار کے ساتھ قطار در قطار سیاہ لکڑی کے بکس پڑے ہوئے تھے۔ ہر بکس میں ایک خون پینے والے شیطان کی لاش تھی۔ یہ لاشیں لکڑی کی طرح اکڑی ہوئی تھیں۔ ہر لاش گردن تک سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ سفید کفن۔ جو خون سے داغدار تھے۔ ان لاشوں کے منہ کھلے ہوئے تھے اور خونی دانت باہر کو نکلے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے۔

عنبر کو شیطان ڈریکولا کی تلاش تھی۔ وہ اس کمرے سے

گزرتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک بڑا سیاہ بکس پڑا تھا۔ اس بکس پر لاتعداد نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ پائے چمکیلے کالے پتھر سے بنے تھے اور ہر پائے سے سرخ رنگ کا ایک سانپ لپٹا ہوا تھا یہ زندہ سانپ نہیں تھے بلکہ مجسمے تھے مگر اس خوبصورتی سے بنائے گئے تھے کہ دور سے زندہ لگتے تھے۔

اس سیاہ بکس میں خونی شیطان ڈریکولا بیٹھا ہوا تھا۔ دہکتے انگاروں جیسی آنکھوں، لمبوترے خوف ناک چہرے والا ڈریکولا عنبر کو ہڑپ کر جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ خونی ڈریکولا کے چیخ مارتے ہی دوسرے کمرے میں پڑی لاشوں میں حرکت پیدا ہو گئی وہ اپنے بکسوں سے نکل کر ادھر آ گئیں اور عنبر پر ٹوٹ پڑیں۔

شیطان ڈریکولا قہقہے مارنے لگا اس نے کہا:

"اے انسان ۔ اب تو زندہ نہ بچ سکے گا میرے ساتھی شیطان تیرے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیں گے۔"

خون پینے والے شیطان عنبر پر جھپٹنے لگے وہ اسے دانتوں اور پنجوں سے بھنبھوڑ رہے تھے مگر عنبر پر کیا اثر ہوتا۔ وہ ان زندہ لاشوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا شیطان ڈریکولا کے بکس تک پہنچ گیا۔ شیطان ڈریکولا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلدی سے اپنے بکس میں لیٹ گیا۔ بکس کا ڈھکن بند ہونے لگا مگر عنبر جست مار کر بکس میں آگیا اور شیطان ڈریکولا کے سینے پر سوار ہو گیا۔

عنبر نے پھرتی سے اپنے لباس میں چھپائی مکڑی کی میخ نکال لی۔ میخ دیکھتے ہی شیطان ڈریکولا ایسے چلانے لگا۔ جیسے وہ بکرا ہے اور اسے چھری نظر آ گئی ہے۔ عنبر نے میخ اس کے سینے پر رکھ کر زور سے مکا مارا میخ گوشت کو چیرتی ہوئی گھس گئی۔ شیطان ڈریکولا کے حلق سے اس قدر خوفناک چیخ نکلی کہ پورے اہرام کے در و دیوار کانپ اٹھے۔ وہ بڑی طرح تڑپ رہا تھا۔

باقی خون پینے والے طاغوتوں کے سینوں میں بھی نجانے کیسے مکڑی کی میخیں ٹھک گئی تھیں اور وہ تڑپ رہے تھے۔ ان کی دل دوز چیخوں سے کمرہ لرز رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب مر گئے۔ شیطان ڈریکولا کا جسم آپ ہی آپ گلنے لگا چند لمحوں بعد وہاں سیاہ رنگ کے لیس دار پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس غلیظ پانی سے بو اٹھ رہی تھی۔

عنبر سرنگ کے راستے قبرستان سے نکل آیا۔ خونی شیطان ڈریکولا کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ باہر آکر اس نے دیکھا

کہ قبرستان کی ساری قبریں پھٹی ہوئی ہیں اور ان میں موجود ہر لاش کے سینے میں مکڑی کی میخ ٹھکی ہوئی ہے یہ خون پینے والوں کا قبرستان تھا۔ عنبر نے ایک قبر کو کھود کر پادری کی ادھ کھائی لاش دفن کی اور قبرستان سے نکل آیا۔

o

وہ رات عنبر نے شہر آکر سرائے میں گزاری اور صبح ہوتے ہی الفریڈ کی طرف روانہ ہو گیا جس نے دولت کے لالچ میں اپنے بھائی جارج کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ اس کا پورا حال تو آپ پچھلی قسط "قبر اور ڈھانچہ" میں پڑھ چکے ہیں۔)۔ الفریڈ کے بھائی جارج کی روح نے عنبر سے مدد مانگی تھی اور عنبر نے وعدہ کر لیا تھا۔

روح نے اسے الفریڈ کا پتہ بتا دیا تھا۔ عنبر آسانی سے الفریڈ کے محل پہنچ گیا۔ سرخ پتھروں سے بنا ہوا شاندار محل تھا جس کی چھت پر مور کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ محل کے دروازے پر دو دربان کھڑے تھے۔ عنبر نے دیکھا کہ کئی ڈاکٹر اپنی صندوقچیاں سنبھالے آ جا رہے ہیں۔ عنبر نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ الفریڈ کو آدھے سر کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درد ہے۔"

ہمارے پڑھنے والے یہ تو جانتے ہیں کہ عنبر حکیم بھی رہا ہے۔ عنبر نے الفریڈ کی بیماری کا سُنا تو خوش ہو گیا۔ یہ الفریڈ تک پہنچنے کا سنہری موقع تھا۔

اس نے دربان سے کہا:

"میں حکیم ہوں اور میرے پاس آدھے سر کے درد کا علاج موجود ہے ابھی تمہارے آقا کو تندرست کر دوں گا۔"

دربان نے اسے گھورا اور کہا:

"ابے چلتا پھرتا نظر آ۔ یہاں بڑے بڑے ڈاکٹر ناکام ہو گئے تُو تو کل کا چھوکرا ہے۔"

عنبر نے اسے بہتیرا سمجھایا مگر دربان گرمی کھا گیا اور چلایا:

"بھاگ جاؤ۔ ورنہ ابھی گولی سے اڑا دوں گا۔ ساری حکیمی دھری رہ جائے گی۔"

یہ بحث جاری تھی کہ اندر سے الفریڈ کا مینجر نکل آیا۔ اسے جب بات کا پتہ چلا تو اس نے کہا:

"مسٹر۔ تم شکل سے تو حکیم نظر نہیں آتے۔"

عنبر نے کہا:

"جناب۔ میں نے مصر حکمت کا سبق لیا ہے اگر

آپ کے مالک کو صحت یابی نہ ہوئی تو میری گردن کاٹ دیجئے گا۔"

مینجر نے جب یہ بات سنی تو چونک پڑا۔ اس سے پہلے کسی ڈاکٹر یا حکیم نے ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اسے یقین سا ہو گیا کہ یہ نوجوان ہی الفریڈ کا علاج کر سکتا ہے۔ مینجر عنبر کو اندر لے گیا۔ الفریڈ کو سر درد کی وجہ سے تیز بخار ہو گیا تھا۔ عنبر نے دیکھا اس کے چہرے پر پھٹکار برس رہی ہے یہ گناہوں کی وجہ سے تھا۔ جو لوگ اور بچے نیک ہوتے ہیں، بُرے کام نہیں کرتے۔ ان کے چہروں پر نور ہوتا ہے۔

عنبر نے بازار سے جڑی بوٹیاں منگوائیں۔ انہیں پیس کر دوائی بنا کر الفریڈ کو کھلائی اور سر پر لیپ کی تو الفریڈ کا سر درد جاتا رہا۔ دو ہی دن میں وہ بھلا چنگا ہو گیا۔ الفریڈ، عنبر سے بہت خوش ہوا اس نے کہا:

"نوجوان حکیم۔ تُو نے ہمیں درد سے نجات دلائی ہے۔ جو مانگے گا دوں گا۔"

عنبر نے دل میں کہا:

"بیٹا جی۔ فکر نہ کرو تمہیں زندگی سے بھی نجات دلا دوں گا۔" مگر اوپر سے بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جناب میں مصر سے آیا ہوں اور نوکری کی تلاش میں ہوں اگر نوکری مل جائے تو کیا ہی بات ہو۔"

الفریڈ نے اسی وقت عنبر کو ملازم رکھ لیا۔ یہاں عنبر نے روح کے بیٹے ہنری کو بھی دیکھا جو غلاموں سے بدتر حالت میں تھا حالانکہ اس ساری دولت و جائیداد کا صحیح وارث وہی تھا۔ الفریڈ نے عنبر کو ملازم تو رکھ لیا مگر اس کی ایک عادت تھی کہ وہ ہر نئے آدمی کے بارے میں اپنے خاص نجومی سے پوچھ لیتا تھا۔

اس نے اپنے خاص نجومی کو بلایا اور عنبر کے بارے میں پوچھا:

امریکن نجومی نے زائچہ بنایا اور کہا:

"جناب — یہ نوجوان عنبر آپ کے لیے بہت خطرناک ہے۔ یہ آپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

الفریڈ دنگ رہ گیا اس نے کہا:

"دوبارہ حساب لگاؤ۔ اگر عنبر نے مجھے مارنا ہوتا تو میرا علاج ہی کیوں کرتا۔"

امریکن نجومی بولا:

"میرا علم سچا ہے۔ زائچہ اس کے علاوہ ایک اور بات بتاتا ہے کہ اس عنبر کے پاس کوئی ایسی طاقت ہے کہ

اسے موت نہیں آ سکتی۔ ہاں اگر اسے کسی کنوئیں میں ڈال دیا جائے تو یہ بے بس ہو جائے گا۔"

الفریڈ تو اچھل پڑا۔ سر کھجاتا ہوا بولا:

"یہ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ اچھا تم جاؤ میں خود ہی دیکھ لوں گا۔"

نجومی چلا گیا مگر الفریڈ کو پریشان کر گیا۔ الفریڈ کو اپنے اس نجومی پر بڑا اعتماد تھا۔ اس کی ساری پیش گوئیاں سچ نکلتی تھیں۔ الفریڈ نے اسی وقت زہر منگوایا۔ وہ کھانے میں عنبر کو زہر دے کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مرتا ہے یا نہیں۔ اسے اس بات کی کوئی پروا نہ تھی کہ اگر نجومی کی بات جھوٹ ہو تو عنبر مر جائے گا۔

دوپہر کو جب الفریڈ کھانا کھانے لگا تو اس نے عنبر کو بلوا لیا اور اس کے سامنے زہر ملا کھانا رکھ دیا۔ عنبر الفریڈ کی مکاری سے بے خبر تھا۔ وہ مزے سے کھانا کھا گیا۔ زہر تو اس پہ اثر کر نہیں سکتا تھا۔ الفریڈ نے جب یہ دیکھا تو گھبرا گیا۔ نجومی کی بات سچ نکلی تھی۔ الفریڈ کو تو اب اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔

شہر سے کچھ فاصلے پر قصبے میں پہاڑوں کے دامن میں الفریڈ کے کھیت تھے۔ جہاں اس کے نوکر کام کرتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں ایک اندھا کنواں بھی تھا جو سینکڑوں سال پرانا تھا۔ الفریڈ نے فیصلہ کیا کہ عیاری سے عنبر کو اس اندھے کنوئیں میں گرا دیا جائے۔

اگلے دن اس نے زمینوں کا معائنہ کرنے کا بہانہ کرکے عنبر اور چند دوسرے ملازموں کو ساتھ لیا اور قصبے کی طرف روانہ ہوگیا۔ اپنے چند خاص آدمیوں کے ذریعے کنوئیں کے اوپر اس طرح گھوس پھونس ڈلوا دی تھی کہ پتہ نہ چلتا تھا۔

قصبے میں پہنچ کر کھیتوں کی سیر کرتے ہوئے الفریڈ بڑی عیاری سے عنبر کو اندھے کنوئیں کی طرف لے گیا۔ عنبر کے دل میں ایک پل کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے۔ اس کا ایک پیر اس گھاس پھونس پر پڑا جس کے نیچے اندھا کنواں تھا۔ عنبر لڑکھڑا کر گرنے لگا۔ اسی لمحے عنبر نے بڑی پھرتی کے ساتھ الفریڈ کی ٹانگ دبوچ لی اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی گھسیٹ لیا۔

الفریڈ کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی۔ اب دونوں قلابازیاں کھاتے اندھے کنوئیں میں گر رہے تھے۔ کنواں بہت گہرا تھا۔ اس کی تہہ میں بڑے بڑے پتھر پڑے

ہوئے تھے۔ الفریڈ ایک پتھر کے اوپر گرا اور اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔

عنبر نے جارج کی روح سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا تھا۔ اس نے جارج کی بے چین روح کا انتقام لے لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب روح قبرستان سے آزاد ہو چکی ہوگی۔ ابھی عنبر یہ سوچ رہا تھا کہ کنوئیں میں ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا کا جھونکا گھس آیا۔ اس کے ساتھ ہی جارج کی روح کی آواز آئی:

"اے عنبر — تیرا بہت بہت شکریہ۔ اب مجھے سامنے ہی روحوں کی دنیا کا دروازہ نظر آ رہا ہے۔ میں اپنے بیٹے ہنری کو خزانے کا پتہ بتا کر جنت میں چلی جاؤں گی اور ہمیشہ تمہیں دعائیں دوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"اے روح۔ کیا تو مجھے اس کنوئیں سے باہر نکال سکتی ہے؟"

جارج کی روح نے جواب دیا:

"ہاں۔ اب میں ایک طاقت ور روح ہوں تمہیں ابھی کنوئیں سے نکالے دیتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی خوشبودار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا کے جھونکے نے عنبر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور عنبر اوپر اٹھنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ کنوئیں سے باہر تھا۔

روح نے کہا:

"اچھا عنبر خدا حافظ۔"

خوشبو کا جھونکا آگے نکل گیا اور عنبر ایک طرف چل دیا!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جادوگر بھکشو

عنبر کو یہیں چھوڑ کر اب ہم ہندوستان واپس ناگ اور ماریا کے پاس چلتے ہیں۔ ناگ اور ماریا کلکتہ شہر کی سرائے میں بڑے مزے سے رہ رہے تھے۔ اس وقت ناگ گھومنے پھرنے سرائے سے باہر گیا ہوا تھا جب کہ ماریا بستر پر پڑی آرام کر رہی تھی ماریا کا بڑا دل چاہتا تھا کہ بازار میں گھومے مگر ناگ نے منع کر رکھا تھا کیوں کہ اس زمانے میں ہندوستان جادوگروں کی سرزمین تھی۔ ناگ کو ڈر تھا کہ کہیں ماریا پھر کسی جادوگر کے ہتھے نہ چڑھ جائے کیوں کہ اب وہ خفیہ طاقتوں کی مالک تو نہیں تھی۔

بستر میں پڑے پڑے ماریا اکتا گئی۔

اس نے سوچا باہر چلنا چاہیے۔ کچھ دیر بعد آ جاؤں گی ناگ کو تو پتہ ہی نہ چلے گا۔ یہ سوچ کر وہ کمرے سے نکل آئی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ برآمدے میں سے گزرتے ہوئے اس نے ایک آواز سنی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھکشو نہیں آیا ابھی تک — یہ لڑکی کم بخت ہوش میں آکر شور نہ مچا دے۔"

یہ آواز سامنے والے کمرے سے آئی تھی ماریا کے کان بہت تیز تھے اس لیے اس نے سن لی ورنہ آواز خاصی مدہم تھی۔ ماریا کے دل میں تجسّس پیدا ہوا کہ یہ کس بھکشو اور لڑکی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ماریا نے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ ایک بدصورت اور خونی قسم کا آدمی باہر نکلا۔ اس نے حیرت سے ادھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ دروازے کے عین بیچ میں کھڑا تھا اور ماریا اندر نہیں جا سکتی تھی۔

وہ آدمی واپس جانے کے لیے مُڑا تو ماریا تیزی سے اس کے قریب سے ہو کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ اندر خطرناک شکل والا ایک اور شخص موجود تھا۔ اس نے بے تابی سے پوچھا:

"کون تھا؟"

"کوئی بھی نہیں۔ میرا خیال ہے ہوا سے دروازہ بجا ہو گا۔"

کمرے میں ایک دُبلی پتلی نہایت خوب صورت لڑکی پڑی

تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں سے بندھے ہوئے تھے۔ سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بے ہوش ہے۔ ان دونوں آدمیوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ ڈاکو ہیں اور کسی امیر کی بیٹی کو اغوا کر کے لائے ہیں اور ایک بھکشو کے ہاتھ بیچنا چاہتے ہیں۔

ایک ڈاکو نے کہا:

"بھکشو سے سونے کے ایک ہزار سکے مانگنا۔ لڑکی کے بال سنہری اور آنکھیں نیلی ہیں اور بھکشو کو ایسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے سوچتے ہوئے کہا:

"سمجھ میں نہیں آتا آخر بھکشو اس نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی لڑکی کا کیا کرے گا۔"

پہلے ڈاکو نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ لڑکی ہولے سے کراہی۔ وہ ہوش میں آ رہی تھی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈاکو نے جیب سے خنجر نکال لیا اور لڑکی کی گردن پر رکھ کر کہا:

"چپ۔ اگر کوئی آواز نکالی تو ابھی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔ خاموشی سے پڑی رہو۔"

لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کھاؤ۔ میرے بوڑھے ماں باپ میری جدائی میں رو رہے ہوں گے۔"

دوسرا ڈاکو دھمکاتا ہوا بولا:

"خاموش کمینی۔ تجھے کیا اس لیے اٹھا کر لاتے ہیں کہ چھوڑ دیں۔ ہم پاگل نہیں ہیں جو سونے کی چڑیا کو آزاد کر دیں۔"

لڑکی نے کہا:

"اگر میری جگہ تمہاری اپنی بیٹی ہوتی تو کیا تم اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے۔"

پہلا ڈاکو غصے میں آگیا۔ اس نے لڑکی کے منہ پر تھپڑ مار کر اس کے بال جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

"ہمیں سبق پڑھاتی ہے۔ اگر اب بولی تو چھری بھونک دوں گا۔ اگر ہم رحم کھانے لگتے تو تم ایسی سینکڑوں لڑکیوں کو فروخت کر کے دولت نہ حاصل کر سکتے۔ ڈاکے ڈال کر اور قتل کر کے مال اکٹھا نہ کرتے۔ اب چاہے آنسو بہاؤ چاہے فریاد کرو تمہیں ہمارے پنجے سے کوئی نہیں نکال سکتا۔"

لڑکی سہم گئی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

ایک ڈاکو نے کہا:

"لگتا ہے بھکشو آیا ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے دروازہ کھول دیا۔ آنے والا بھکشو ہی تھا۔ یہ تبت کے ایک معبد کا بڑی طاقت والا بھکشو تھا۔ اس نے ایک پرانے لاما سے جادو بھی سیکھا ہوا تھا۔ ڈاکوؤں نے اسے دیکھا تو خوش ہو گئے۔ بھکشو لڑکی کی طرف بڑھا۔ پاس ہی ماریا کھڑی تھی۔ ماریا کے پاس سے گزرتے ہوئے بھکشو رُک گیا۔ اس نے ناک سکیڑ کر فضا میں کچھ سونگھا اور دانت کٹکٹا کر بولا:

"مجھے یہاں سے کسی عورت کی بُو آ رہی ہے۔ یہاں ضرور کوئی عورت ہے۔"

ماریا یہ سن کر گھبرا گئی۔ شکر تھا کہ یہ بھکشو اسے دیکھ نہیں سکتا تھا ویسے اس بھکشو کی سونگھنے کی قوت جانوروں کی طرح تیز تھی۔ ماریا جلدی سے پرے ہٹ گئی۔ ایک ڈاکو نے قہقہہ مار کر کہا:

"بھکشو جی۔ عورت تو آپ کے سامنے بندھی پڑی ہے اس کے بدن کی بو آ رہی ہو گی۔"

ماریا کے پرے ہٹ جانے سے اب بھکشو کو بُو محسوس نہیں ہو رہی تھی اس نے سر جھٹکا اور بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاباش دوستو۔ مجھے بالکل ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی۔ نیلی آنکھیں اور سنہری بال۔ اب دیوتا نے چاہا تو میرا کام ہو جائے گا۔"

ایک ڈاکو بولا:

"آخر آپ اس لڑکی کا کیا کریں گے؟"

بھکشو کی سانپ ایسی گول اور زرد آنکھوں میں چمک ابھری۔ اس نے دیدے گھما کر کہا:

"یہ ایک راز ہے۔ تم نے میری مدد کی ہے اس لیے تمہیں بتا رہا ہوں۔ میرے گھر اولاد نہیں ہے۔ ایک لاما نے مجھے بتایا تھا کہ اگر میں نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی لڑکی کو قتل کر کے اس کا دل کھا جاؤں تو میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اور اب میری سب سے بڑی خواہش پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

لڑکی نے جب بھکشو کی باتیں سنیں تو رونے لگی۔ بھکشو نے اپنی جیب سے ایک بوٹی نکالی اور لڑکی کو سنگھا دی۔ ایک تیز بُو لڑکی کے دماغ میں چڑھ گئی اور وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئی۔ بھکشو نے جیب سے سونے کے سکوں کی ایک تھیلی نکالی اور ڈاکوؤں کے حوالے کر دی۔ ڈاکو خوش ہو گئے۔ ماریا کو اس ظالم بھکشو پر بڑا غصّہ آیا

کہ وہ اپنا گھر بسانے کے لیے دوسرے کا گھر اجاڑ رہا ہے۔

ڈاکوؤں سے باتیں کرتے ہوئے بھکشو اس طرف آ گیا جہاں ماریا کھڑی تھی۔ یہاں آتے ہی بھکشو پھر پریشان ہو گیا۔ اسے کسی عورت کے بدن میں دوڑتے خون کی بُو دوبارہ آنے لگی تھی۔

اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا:

"کوئی عورت ہے میرا علم جھوٹ نہیں کہتا۔"

ڈاکوؤں نے تعجب سے بھکشو کی طرف دیکھا ایک نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

"ہمیں تو کوئی عورت نظر نہیں آ رہی۔ بس یہ لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔"

بھکشو کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

اس نے کہا:

"نظر تو مجھے بھی نہیں آ رہی مگر اس کے بدن کی بُو میں سونگھ سکتا ہوں وہ کوئی غیبی عورت ہے۔"

یہ کہہ کر بھکشو نے ڈنڈہ اٹھا کر گھمانا شروع کر دیا۔ ڈنڈہ سر کے اوپر گھماتا ہوا پورے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ماریا کبھی ادھر جاتی تو کبھی ادھر۔ یہ بڑی خطرے والی بات تھی۔ ایک بار تو ماریا ڈنڈے کی زد میں آنے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بال بال بچی۔

ایک ڈاکو نے منہ بنا کر کہا:

"بھکشو جی ـــ آپ کو وہم ہوا ہے۔ غیبی عورت ادھر کہاں سے آ سکتی ہے؟"

بھکشو ڈنڈہ گھماتا تھک چکا تھا۔ اس نے ڈنڈہ ایک طرف پھینک دیا اور ہانپتے ہوئے بولا:

"اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ یہاں ہمارے سوا کوئی مگر نظر نہیں آ رہا۔"

ڈاکو لڑکی کو ایک بوری میں بند کرنے لگے۔ اب ماریا خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتی تھی اسے جو کرنا تھا فوراً کرنا تھا۔ اس کے حرکت میں آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈنڈہ اٹھا لیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک ڈاکو ادھر ہی دیکھ رہا تھا اس نے جب ڈنڈہ غائب ہوتے دیکھا تو بوری اس کے ہاتھ سے نکل گئی رنگ اڑ گیا اس نے کانپتے ہوئے کہا:

"ڈ۔ ڈنڈہ غائب ہو گیا؟"

بھکشو اور دوسرے جادوگر نے بجلی کی طرح مڑ کر ادھر دیکھا ڈنڈہ وہاں نہیں تھا۔

بھکشو نے چیخ مار کر کہا:

"میں نے سچ کہا تھا۔ کوئی غیبی عورت اس کمرے میں ہے۔ ڈنڈہ اسی نے غائب کیا ہے۔"

ماریا نے ڈنڈہ گھما کر ایک ڈاکو کے سر پر مارا۔ وہ ذبح ہوتے ہوئے مرغ کی طرح چلایا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور خون بہنے لگا تھا۔ بھکشو نے یہ دیکھا تو جلدی سے جادو پڑھا۔ فوراً ہی اس کے جسم کے گرد شیشے کی گول جادوئی دیوار بن گئی۔ شیشے کی یہ دیوار ماریا کے سوا کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے شیشے کی دیوار پر پوری طاقت سے ڈنڈہ مارا۔ چھن کی آواز پیدا ہوئی مگر شیشہ ٹوٹنا تو کیا تڑخا تک نہیں۔ بھکشو نے قہقہہ مار کر کہا:

"اے غیبی عورت۔ تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہے۔"

دونوں ڈاکو دروازے کی طرف کھسک رہے تھے ماریا نے سوچا پہلے ان سے نبٹ لے۔ وہ ان ظالموں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی انہوں نے نجانے کتنے گھر اجاڑے تھے، کتنے لوگوں کو قتل کیا تھا۔ ان پر رحم، ظلم کے برابر تھا۔ ماریا نے پھٹے ہوئے سر والے ڈاکو کی کمر پر ڈنڈہ مارا۔ ڈاکو کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ چیخیں مارتا تڑپنے لگا وہ اب کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرا ڈاکو دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف لپکا۔

ماریا نے ڈنڈہ گھمایا۔ ڈاکو کا ایک جبڑا ٹوٹ کر لٹک گیا اور خون بہنے لگا۔ ماریا نے اس کی پسلیوں پر ڈنڈہ مارا ڈاکو چیخ کر گر گیا۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ خون کی الٹیاں کرنے لگا۔ اس نے خون میں لت پت تڑپتے ہوئے دم توڑ دیا۔

بھکشو نے بوری اٹھائی جس میں لڑکی بند تھی۔ پھونک مار کر اس نے بوری کے گرد بھی شیشے کی جادوئی دیوار بنا دی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ ماریا اس کے پیچھے لپکی۔ بھکشو سرائے کی پچھلی طرف سے باہر آ گیا۔ یہاں اصطبل تھا۔ گھوڑے بندھے ہوتے تھے۔ بھکشو نے بوری براؤن رنگ کے ایک گھوڑے پر ڈالی اور خود اچک کر سوار ہو گیا۔

گھوڑا زور سے ہنہنایا اور دوڑنے لگا۔ ناگ کا گھوڑا بھی اصطبل میں بندھا ہوا تھا وہ پیدل ہی گھومنے پھرنے گیا تھا۔ ماریا نے جھٹ سے گھوڑا کھولا اور بھکشو کے پیچھے دوڑا دیا ___ بازار سے گزر کر وہ پتھریلی سڑک پر آ گئے۔ بھکشو کو اپنے پیچھے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ ماریا کا گھوڑا تو غائب تھا۔

بھکشو سمجھ گیا کہ غیبی عورت اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ پتھریلی سڑک پر ماریا کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز گونج رہی تھی۔ بھکشو نے اپنے گھوڑے کی پسلیوں میں ٹانگیں ماریں۔ گھوڑا اور تیزی سے دوڑنے لگا۔ بھکشو نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کی لگام اور دوسرے ہاتھ سے بوری تھام رکھی تھی۔ پوری رفتار سے گھوڑا بھگائے جا رہا تھا۔!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا زخمی ہو گئی

پتھریلی سڑک پر گھوڑے دوڑتے جا رہے تھے۔

بھکشو اس وقت خانقاہ میں جا رہا تھا۔ جہاں اس کا دوست چاچو بھکشو رہتا تھا۔ خانقاہ کے پاس پہنچتے ہی بھکشو نے گھوڑا چھوڑا اور دوڑتا ہوا درختوں کے ایک جھنڈ میں گھس گیا۔ یہاں خانقاہ کے نیچے خفیہ تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا۔ بھکشو اس راستے کے ذریعے تہ خانے میں آ گیا۔

چاچو بھکشو تہہ خانے میں ہی موجود تھا۔ اس نے اپنے یار بھکشو کو دیکھا تو خوش ہو کر گلے لگا لیا پھر چونک کر بولا:

"کیا بات ہے دوست۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو اور اس بوری میں کیا ہے؟"

بھکشو نے اسے ساری کہانی سنا دی۔ غیبی عورت کا سن کر چاچو حیران رہ گیا۔

اس نے کہا:

"فکر مت کرو۔ اب تم میرے پاس آ گئے ہو میں خود ہی اس غیبی عورت سے نبٹ لوں گا۔"

چاچو نے اسی وقت آگ جلا کر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ لوہے کی ایک پیالی آگ کے پاس ہی اوندھی رکھ دی۔ اب وہ گردن ہلا کر زور سے کچھ بڑبڑانے لگا۔ پھر اس نے جیب سے کوئی سفوف نکال کر آگ پر پھینکا آگ سے دھواں اٹھنے لگا۔ پہلے ہلکے سرمئی پھر غلیظ سیاہ دھوئیں کے مرغولے اٹھنے لگے۔ دھوئیں سے بڑی ناگوار بدبو آ رہی تھی۔ چاچو دھوئیں کے غبار میں چھپ گیا تھا۔ اچانک لوہے کی پیالی حرکت کرنے لگی۔ چاچو نے چیخ مار کر کہا:

"پیالی کے بھوت۔ بتا غیبی عورت کون ہے اور کس طرح غائب ہے۔ کیا وہ کوئی روح ہے یا جادوگرنی ہے۔"

پیالی کے اندر سے منمناتی آواز آئی:

"اس عورت کا نام ماریا ہے وہ پانچ ہزار سال سے زندہ چلی آ رہی ہے اسے مصر کے ایک کاہن جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا۔ تم اسے دیکھ نہیں سکتے کیوں کہ تم طاقتور جادوگر نہیں ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاچو نے پوچھا:
"اس مصیبت کو کس طرح مارا جا سکتا ہے"
پیالی کے بھوت کی منمناتی آواز آئی:
"تلوار، چاقو، خنجر، تیر کسی بھی ہتھیار سے۔ اس وقت
وہ صرف غیبی عورت ہے پُر اسرار طاقتوں والی عورت
نہیں ہے"

چاچو نے پیالی سیدھی کر دی۔ ایسا کرتے ہی غلیظ سیاہ
دھواں غائب ہو گیا اور آگ بجھ گئی۔ چاچو نے لوہے
کی پیالی اٹھا کر الماری میں رکھی اور بھکشو کی طرف
مڑ کر بولا:

"تم فوراً اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کو قتل کر کے اس
کا دل کیوں نہیں کھا لیتے"

بھکشو نے جواب دیا:
"لاما نے مجھے کہا تھا کہ دل کھانے سے پہلے دو دن
تک میں کسی دریا کے کنارے ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر
منتر پڑھوں"

چاچو سر ہلا کر بولا:
"یہ مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ بہرحال اس غیبی عورت کو تو میں
وہ مزا چکھاؤں گا کہ یاد رکھے گی"

بھکشو نے کہا:
"جب وہ نظر ہی نہیں آتی تو ہم اسے ماریں گے
کس طرح؟"

چاچو کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہو گئی۔ چہرے
پر خباثت ناچنے لگی اس نے کہا:

"عقل مندی سے۔۔ سنو۔ میں باہر جا کر خانقاہ کے
دروازے کے پاس مٹی کی ایک ہلکی تہہ بچھا دوں گا جو
کسی کو نظر نہیں آئے گی۔ اس وقت خانقاہ میں کوئی نہیں
آتا ہے مجھے یقین ہے وہ غیبی عورت خانقاہ کے اندر
آ چکی ہو گی۔ مٹی بچھانے کے بعد میں تیر کمان لے کر
دروازے کے پاس چھپ جاؤں گا"

پھر تم اس تہہ خانے سے نکل کر اوپر آ جانا اور دروازہ
کی طرف بڑھنا۔ غیبی عورت تمہارے پیچھے آئے گی اور
جونہی وہ مٹی کی تہہ سے گزرے گی۔ مٹی پر اس کے قدموں
کے نشان بننے لگیں گے۔ میں نشان پر تیر چلاؤں گا اس
طرح ہم غیبی عورت کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"

بھکشو تو خوشی سے اچھل پڑا۔ چاچو کے کندھے پر
ہاتھ مار کر بولا:
"مان گئے استاد۔۔ تم نے ایسا جال بنایا ہے کہ غیبی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عورت پھنس کر رہ جائے گی۔ مگر ایک بات ہے اگر غیبی عورت نے تمہیں دروازے کے پاس مٹی بچھاتے دیکھ لیا تو......؟"

اب چاچو بھی فکر مند ہوگیا۔ یہ خیال تو اسے آیا ہی نہیں تھا مگر فوراً ہی اس کے عیار ذہن نے اس مشکل کا حل نکال لیا وہ بولا:

"ہم دونوں نے ایک ہی لاما سے علم حاصل کیا ہے ہم دونوں کے سونگھنے کی حس جانوروں کی طرح تیز ہے چنانچہ میں پہلے خانقاہ میں چکر لگاؤں گا۔ غیبی عورت جو خانقاہ کے اندر ہے۔ چکر لگاتے ہوئے اگر میں اس کے قریب سے گزرا تو اس کے خون کی بُو سونگھ کر سمجھ جاؤں گا کہ وہ خانقاہ میں ہے اور میں باہر جا کر مٹی کی تہہ بچھا دوں گا کیوں کیسی رہی؟"

بھکشو نے کہا:

"واہ چاچو — تمہارے دماغ میں عقل کا سمندر بہہ رہا ہے لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔ ہم سے ذرا بھی بھول چوک ہوئی تو غیبی عورت خبردار ہو جائے گی اور ہمیں چھوڑے گی نہیں۔"

چاچو نے اکڑ کر کہا:

"بس تم دیکھتے جاؤ۔ غیبی عورت بچ نہ سکے گی اچھا اب میں جاتا ہوں۔"

چاچو تہہ خانے سے اپنے کمرے میں پھر خانقاہ میں آگیا۔

ادھر ماریا خانقاہ میں آ چکی ہے۔ اس نے بھکشو کا گدھا باہر میدان میں گھاس چرتے دیکھا تو یہی سمجھی کہ بھکشو خانقاہ ہی میں ہے۔ اب ماریا بھکشو کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ماریا کو فکر یہ تھا کہ کہیں ظالم بھکشو اس معصوم لڑکی کو قتل نہ کر دے۔

خانقاہ میں ویرانی تھی۔ صرف چند منڈے ہوئے سروں والے بھکشو زرد لباس پہنے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ خانقاہ میں شام کے وقت رش ہوتا تھا۔ ماریا نے ساری خانقاہ دیکھ لی مگر وہ بھکشو نظر نہ آیا۔ ماریا کو بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا پہلے لنگر خانے میں جا کر پیٹ پوجا کرنی چاہیے۔ وہ اس طرف چل دی اتفاق سے ادھر ہی چاچو کا کمرہ تھا اور وہ اس وقت کمرے سے باہر آ رہا تھا۔

ماریا جب اس کے پاس سے گزری تو چاچو نے اس کے خون کی بو سونگھ لی۔ وہ دل میں بڑا خوش ہوا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیبی عورت لنگر خانے کی طرف جا رہی ہے۔ وہ چوکس ہ گیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف چل دیا۔ ما کے ذہن میں لمحہ بھر کے لیے بھی خیال نہ آیا کہ یہ بھکشو اس کے خلاف خوف ناک سازش کرنے جا رہا ہے۔ و لنگر خانے میں آ گئی یہاں دیگیں پک رہی تھیں تاکہ شام تقسیم کی جائیں۔

ایک باورچی بڑے تھال میں بھنا ہوا گوشت رکھ ر تھا۔ پاس ہی یخنی کا ڈول پڑا تھا۔ بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو نے ماریا کی بھوک بھڑکا دی۔ ماریا نے ایک تھالی اٹھا کر اس میں بوٹیاں رکھیں اور کھانے لگی۔ باورچی کو پتہ بھی نہ چلا:

ماریا تو لنگر خانے میں کھانے میں مصروف تھی اور ادھر چاچو نے بڑی چالاکی کے ساتھ خانقاہ کے دروازے کے باہر مٹی کی باریک تہہ بچھا دی جو پہلی نظر میں دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر چاچو خفیہ راستے سے تہہ خانے میں آیا۔ بھکشو سے کہا:

"غیبی عورت اس وقت لنگر خانے میں ہے۔ اب تم کمرے سے نکلو اور لنگر خانے کی طرف جا کر خانقاہ کے دروازے پر آ جاؤ۔ بڑی ہوشیاری سے کام کرنا۔ غیبی عورت

کو شک نہ ہو۔"

بھکشو تو پہلے ہی تیار تھا اس نے کہا:

"چاچو ـــ تم نے جو کہا ہے حرف بحرف وہی کروں گا۔"

چاچو نے تیر کمان لیا اور بڑی خاموشی سے خفیہ راستے سے باہر آکر چھپ گیا۔

سازش کے مطابق بھکشو کمرے سے نکل آیا اور جان بوجھ کر لنگر خانے کی طرف گیا تاکہ ماریا اسے دیکھ لے اور اس کے پیچھے لگ جائے۔ ماریا اس وقت کھانے کے بعد پانی پی رہی تھی اس نے جب بھکشو کو دیکھا تو خوش ہو گئی۔ بھکشو لنگر میں نظر دوڑا کر باہر کی طرف چل دیا اسے یقین تھا کہ غیبی عورت اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔

ماریا کچھ فاصلہ رکھ کر بھکشو کے پیچھے چل رہی تھی تاکہ وہ کہیں اس کے خون کی بو سونگھ کر خبردار نہ ہو جائے۔ بے چاری ماریا کو کیا خبر کہ بھکشو تو اسے موت کی طرف لیے جا رہا ہے۔ ماریا اپنے دشمن کے پیچھے چلتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ چاچو نے بھکشو کو آتے دیکھ لیا تھا وہ ہوشیار ہو گیا۔ اس نے کمان میں تیر چڑھا لیا۔

بھکشو دروازے سے نکل آیا۔ ماریا اس کے پیچھے آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے ہوئے چاچو نے مٹی کی تہہ پر قدموں کے نشان ابھرتے دیکھے تو اس کا دل دھڑکنے لگا۔ فیصلہ کن مرحلہ آ پہنچا تھا۔ غیبی عورت اس کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ ماریا ان مکار بھکشوؤں کے پھندے میں آ چکی تھی۔

چاچو نے دیوتا کا نام لے کر تیر چلا دیا۔

اسی وقت اتفاقاً ماریا کا پاؤں لڑکھڑایا اور سنسناتا ہوا تیر جسے چاچو نے اپنے حساب کے مطابق غیبی عورت کے سینے کا نشانہ لے کر چھوڑا تھا، ماریا کے بازو میں لگا۔ ماریا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

درد کی ایک تیز لہر اس کے بازو میں دوڑتی چلی گئی۔ تیر اس کے بازو میں کھب گیا تھا اور وہاں سے خون نکل آیا تھا۔ ماریا کو بھی اپنا جسم نظر نہ آتا تھا مگر وہ اپنے بازو پر گرم خون کا بہنا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے تیر کھینچ کر بازو سے نکال لیا۔ خون اب زمین پر گرنے لگا تھا۔

چاچو نے جب ماریا کی چیخ سنی اور خون زمین پر گرتا دیکھا تو خوشی سے جھوم اٹھا بھکشو بھی ناچنے لگا۔ چاچو اب سامنے آ گیا تھا۔ ماریا نے اس کے ہاتھ میں کمان دیکھ لی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ یہ بھکشو کا ساتھی ہے۔ وہ بھاگ کر درختوں کے جھنڈ کی طرف چلی گئی اور قمیض

کا دامن پھاڑ کر بازو پر پٹی باندھنے لگی۔

چاچو نے خوش ہو کر کہا:

"دیکھا — میرا منصوبہ کامیاب رہا۔ غیبی عورت زخمی ہو گئی ہے اب وہ زندہ نہ بچ سکے گی۔ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ مر جائے گی۔ ہا ہا ہا۔ اب ہمیں یہ جادوئی شیشے کا خول پہننے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

بھکشو بولا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے بڑی عقل مندی سے کام لیا ہے۔ تم نے اس عورت کو نیچا دکھا دیا ہے۔ جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ میں ساری زندگی لگا رہتا تو اسے قابو نہیں کر سکتا تھا۔"

چاچو اور بھکشو قہقہے مارتے خانقاہ میں چلے گئے۔

ماریا، درختوں کے جھنڈ میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بازو میں شدید درد ہو رہا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ تیر، زہر میں بجھا ہوا تھا — ماریا درختوں کے جس جھنڈ میں لیٹی ہوئی تھی۔ ان درختوں میں آم کا ایک پرانا درخت بھی تھا جس کے نیچے ایک کھوہ میں زہری سانپ رہتا تھا۔ وہ اپنی کھوہ میں اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ اسے اپنے ناگ دیوتا کی بو محسوس ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زہری سانپ نے دم کے بل کھڑے ہو کر پھنکار ماری۔
اس کی مادہ نے کہا:

"کیا بات ہے۔ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کوئی خطرہ آن پڑا ہے؟"

زہری سانپ نے باہر کی طرف رینگتے ہوئے کہا:

"مجھے اپنے عظیم ناگ دیوتا کی بُو آ رہی ہے وہ یقیناً آس پاس ہے میں اس کی قدم بوسی کے لیے جا رہا ہوں تم بھی آ جاؤ۔"

بُو اصل میں ماریا کے جسم سے خارج ہو رہی تھی۔ زہری سانپ اور اس کی مادہ رینگتے ہوئے کھوہ سے نکل آئے۔ اب انہیں بڑی تیز بو آ رہی تھی مگر انہیں ناگ دیوتا نظر نظر نہیں آ رہا تھا۔ دونوں سانپ ذرا آگے بڑھے تو بو اور تیز ہو گئی۔ ماریا نے بھی ان دونوں سانپوں کو دیکھ لیا تھا۔

سانپ بڑی بے چینی سے ماریا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ زہری سانپ نے پھنکار کر کہا:

"ناگ دیوتا نظر نہیں آ رہے۔ خدا خیر کرے کسی جادو کے چکر میں نہ آ گئے ہوں۔"

مادہ سانپ غضب ناک انداز میں اچھل کر پھنکاری:

"مجھے خون کی بُو بھی آ رہی ہے۔ ناگ دیوتا زخمی تو نہیں ہے؟"

ماریا، سانپوں کے سگنل سمجھ سکتی تھی۔ یہ سگنل اس کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ کی شکل اختیار کر جاتے تھے۔

ماریا نے سگنل دیا۔

"میں ناگ دیوتا نہیں۔ اس کی بہن ماریا ہوں اور مجھے دشمن نے زخمی کر دیا ہے۔"

دونوں سانپوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں پھر زہری سانپ نے سگنل چھوڑا:

"ماریا بہن۔ ناگ ہمارا مقدس دیوتا ہے اس لیے آپ کا احترام ہم پر لازم ہے ہمیں بتائیے کہ آپ کا دشمن کون ہے ہم اسے نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔ اپنا سارا زہر اس کے جسم میں انڈیل دیں گے اسے ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماریا خاموش سگنل کی زبان میں کہنے لگی:

"تمہارا شکریہ۔ میں اپنے دشمنوں سے نبٹ لوں گی۔"

اسی وقت مادہ سانپ نے ماریا کے گرد چکر کاٹ کر اپنے پھن پھیلاتے ہوئے کہا:

"میں خطرناک زہر کی بُو سونگھ رہی ہوں۔ مقدس دیوتا کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہن ـــ کیا تم کسی زہریلے ہتھیار سے زخمی ہوئی ہو؟"

ماریا چونک پڑی اسے احساس ہوا کہ اس کے جسم میں معمولی سا تناؤ پیدا ہو گیا ہے اور دل گھبرا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ مکار بھکشو نے جو تیر مارا ہے وہ زہر والا تھا۔ اس نے مادہ سانپ کو یہ بات بتا دی۔ مادہ سانپ نے اس کے زخم سے منہ لگا کر سارا زہر چوس لیا۔

زہری سانپ نے پوچھا:

"ماریا بہن ـــ ناگ دیوتا کہاں ہیں؟"

ماریا نے جواب دیا:

"اسی شہر میں ہیں۔"

زہری سانپ بولا:

"عظیم ناگ دیوتا جہاں بھی رہیں خدا ان کی حفاظت کرے اور ان کے دشمنوں کو نیست و نابود کرے۔ ماریا بہن تم مقدس ناگ کو میرا سلام کہنا۔"

یہ کہہ کر دونوں سانپ سلام کر کے چلے گئے۔ ماریا اٹھ کھڑی ہوئی اور خانقاہ میں آ گئی۔ وہ اپنے زخم پر راکھ لگا کر پٹی باندھنا چاہتی تھی تا کہ خون رسنا بند ہو جائے اور آرام آ جائے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا

کہ ان دونوں بھکشوؤں کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ ماریا جانتی تھی کہ اب اسے بڑا محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ بھکشو اس کے خون کی بو سونگھ کر اس کی موجودگی کا پتہ چلا لیتے تھے ویسے ماریا کو اس بات کا اطمینان بھی تھا کہ بھکشو اپنی طرف سے اسے ہلاک کر چکے ہیں اور اب وہ انہیں بے خبری میں دبوچ سکتی ہے!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سفید عقاب

اب ذرا ناگ کی خبر لیں۔

وہ جب گھوم پھر کر واپس آیا تو ماریا غائب تھی۔ ناگ پریشان ہو گیا کہ ماریا کدھر چلی گئی۔ اس نے پوری سرائے چھان ماری مگر ماریا ہوتی تو ملتی۔ شام تک ناگ ماریا کا انتظار کرتا رہا مگر ماریا نہ آئی تو ناگ ایک سفید عقاب کے روپ میں آ کر اڑنے لگا۔ بادلوں کے اوپر اڑتے ہوئے ناگ کلکتے کے راجہ کے محل کے اوپر آگیا۔ بڑا خوبصورت محل تھا۔ اونچے برج اور مینار۔ جن پر سونے کے کلس چمک رہے تھے۔

ناگ محل کی چھت پر اتر آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کونے میں دو آدمی کھسر پھسر کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے شاہی لباس پہن رکھا تھا وہ وزیر معلوم ہوتا تھا۔ اور دوسرے کا لباس باورچیوں والا تھا۔ ناگ نے کان ادھر لگا دیئے وزیر کہہ رہا تھا:

"شاباش۔۔۔ اسی طرح تھوڑا تھوڑا زہر راجہ کے کھانے میں ملاتے رہو۔ جس دن راجہ مرا میں حکمران بن جاؤں گا۔ اور تم میرے وزیر خاص ہو گے سیناپتی بھی ہمارے ساتھ ملا ہوا ہے۔"

باورچی نے کہا:

"حضور آپ فکر ہی نہ کریں۔ میں بڑی ہوشیاری سے زہر ملا رہا ہوں۔ بادشاہ کے فرشتوں کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔"

وزیر نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا:

"ٹھیک ہے اب نیچے چلتے ہیں کسی نے دیکھ لیا تو اسے شبہ ہو جائے گا اور مفت میں مصیبت نازل ہو گی۔"

ناگ ان کی گفتگو سے سمجھ گیا کہ یہ راجہ کو ہلاک کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ ناگ کے لیے یہ انوکھی شے نہ تھی۔ بادشاہوں کے نمک حرام وزیروں کی غداریوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ خود ناگ نے اپنی لمبی زندگی میں ایسی کئی سازشیں دیکھی تھیں۔ جولیس سیزر سے لے کر سلطان ٹیپو، سراج الدولہ، بہادر شاہ ظفر تک غداروں کی لمبی قطار ناگ نے دیکھی تھی۔ اس کی آنکھوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سامنے شہزادوں کے سر قلم ہوئے تھے۔

وہ عنبر اور ماریا کے ساتھ تاریخ کے خون سے بھرے دریا میں بہتا ہوا سفر کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا تھا کہ تاریخ کے ہر دور میں شاہی محلات سازشوں کی آماج گاہ بنے رہے ہیں۔

نمک حرام وزیر اور باورچی نیچے جانے لگے تو ان کی نظر سفید عقاب پر پڑ گئی۔

وزیر نے کہا:

"کیا خوبصورت عقاب ہے۔ بالکل دودھ کی طرح سفید ہے پتہ نہیں کہاں سے آیا ہے اس علاقے میں تو ایسے عقاب نہیں ہوتے۔"

باورچی بولا:

"حضور۔ تگڑا بھی خوب ہے۔ خاصا گوشت نکلے گا۔ کیا مزیدار کباب بنیں گے۔"

ناگ کو ہنسی آ گئی۔ یہ باورچی کا بچہ ہر وقت کھانوں کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ وزیر اسے پکڑنے بڑھا مگر عقاب اس کے ہاتھ کہاں آتا۔ وہ پھر سے اڑ کر بلند مینار کے سونے والے کلس پر جا بیٹھا۔ وزیر نے جب دیکھا کہ عقاب ہاتھ آنے والا نہیں تو وہ چلا گیا۔

ناگ سوچنے لگا۔

"یہ سب واقعات پہلے بھی پیش آ چکے ہوں گے کیونکہ وہ تاریخ میں واپسی کا سفر کر رہا تھا۔ اصل میں یہ سارے لوگ مرے ہوئے ہیں۔ اگر وہ تاریخ کے پردے سے نکل آئے تو اس پرانے کلکتے کی جگہ ۱۹۸۲ء کا شاندار شہر ہو۔ ہوائی جہاز، ریلیں، بسیں ہوں۔ یہ بڑی بڑی عمارات اور باغات ـــ سینما اور ٹیلی ویژن چل رہے ہوں۔"

ناگ کو یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ اگر وہ اس وقت کے کسی انسان کو ٹیلی ویژن کا بتائے تو وہ مر کر بھی اس کی بات کا یقین نہ کرے۔

ناگ نے اڑ کر محل کا چکر لگایا۔ شاہی باغ کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ہیرے جواہرات والے ایک پلنگ پر راجہ لیٹا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہی رانی بیٹھی تھی۔ کنیزیں مورچھل ہلا رہی تھیں۔ ناگ اڑتا ہوا نیچے آ گیا۔ راجے نے جب اتنا خوبصورت سفید عقاب دیکھا تو اس کا دل مچل اٹھا۔ اس نے ملازموں کو حکم دیا کہ عقاب کو پکڑا جائے۔ ملازم بھاگے۔

ناگ کبھی پھدک کر اس درخت پر بیٹھ جاتا تو کبھی اس درخت پر۔ پھر اس نے سوچا کہ ملازموں کے قابو آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانا چاہیے اس طرح وہ بادشاہ کے قریب رہ سکے گا۔ یہ سوچ کر وہ گھاس پر آ کر بیٹھ گیا۔ دو ملازم بڑے چوکنے انداز میں اس کی طرف بڑھتے گئے اور انہوں نے جھپٹا مار کر عقاب کو پکڑ لیا۔

راجہ بڑا خوش ہوا اس نے عقاب کے پروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"اس عقاب کے لیے سونے کا پنجرہ بنایا جائے اور ہمارے کمرے میں لٹکا دیا جائے۔"

اس طرح ناگ راجہ تک پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ راجہ نرم دل اور مہربان ہے اپنی رعایا کا خیال رکھتا ہے۔ ناگ نے سوچا ایسے اچھے راجہ کو نمک حرام وزیر کے ہاتھوں مرنا نہیں چاہیے۔

رات ہوئی تو کھانا لگا دیا گیا۔ راجہ ہاتھ دھونے گیا تو ناگ جلدی سے سانپ بن کر رینگتا ہوا پنجرے سے باہر آیا۔ اس نے کھانے کے ہر طشت سے منہ لگا کر زہر چوس لیا اور پنجرے میں آ کر عقاب بن کر چہچہانے لگا۔ راجہ ہاتھ دھو کر آیا تو عقاب کو چہچہاتے پا کر خوش ہو گیا۔ کھانا کھانے کے بعد راجہ بستر پر لیٹ گیا۔

چند دن اسی طرح گزر گئے۔

وزیر اور باورچی نے جب دیکھا کہ راجہ بجائے مزید کمزور ہونے کے صحت یاب ہو رہا ہے تو وہ بڑے حیران ہوئے انہیں تو اپنی سازش ناکام ہوتی نظر آئی۔

وزیر جھٹ باورچی کے پاس پہنچا اور کہا:

"تم نے کھانے میں زہر ملانا بند کر دیا ہے کیا؟"

باورچی ہاتھ جوڑ کر بولا:

"حضور— میری کیا مجال جو حکم کی نافرمانی کروں۔ میں تو خود دنگ ہوں کہ زہر کا اثر الٹا کیوں ہو رہا ہے۔"

وزیر سوچتا ہوا بولا:

"جس دن سے یہ سفید عقاب اس محل میں آیا ہے دن سے معاملہ گڑبڑ ہے مجھے تو سفید عقاب...؟"

باورچی نے جلدی سے کہا:

"نہیں حضور— وہ ایک جانور ہے۔ اس کا کیا تعلق۔ مجھے تو لگتا ہے راجہ کو پتہ چل گیا ہے؟"

وزیر سر کھجاتا ہوا دربار میں آ گیا۔ بڑا عجیب معاملہ تھا۔ ادھر ناگ، عقاب کی شکل میں پنجرے میں بند تنگ آ گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کچھ کرنا چاہیے۔ اس رات جب راجہ سو گیا تو ناگ گہرا سانس لے کر سانپ بن گیا۔ کالا سانپ رینگتا ہوا پنجرے سے اتر آیا۔ اس نے راجہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاؤں پر ڈس لیا۔ ناگ نے راجہ کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کیا تھا کہ وہ بیمار ہو جائے۔ راجہ کو سوتے میں سانپ کے ڈسنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ ناگ چڑیا کی شکل میں اڑتا ہوا محل سے باہر آ گیا۔

ناگ کے زہر نے بادشاہ کو تیز بخار میں مبتلا کر دیا۔ ادھر رانی اور وزیر نے بند پنجرے سے سفید عقاب کو غائب پایا تو بڑے حیران ہوئے مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ رانی کو تو راجہ کی فکر پڑی ہوئی تھی اور وزیر کو خوشی ہو رہی تھی۔ صورت حال اس کے حق میں جا رہی تھی وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا زہر اثر کر رہا ہے۔

شاہی حکیم اور طبیب آ گئے۔ انہوں نے بہتیرا علاج کیا مگر راجہ کی حالت بگڑتی چلی گئی شام ہوئی تو ناگ ایک حکیم کے بھیس میں محل پہنچ گیا۔ محافظوں نے اسے فوراً راجہ کے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہاں رانی اور وزیر بھی موجود تھے۔ وزیر نے ناگ کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی اور کہا:

"تمہیں کس نے اندر آنے کی اجازت دی ہے تم حکیم کی بجائے گھسیارے لگتے ہو چلو بھاگو یہاں سے۔"

ناگ نے رانی کی طرف جھک کر کہا:

"رانی صاحبہ! اگر حکم دیں تو میں راجہ کا علاج کروں مجھے

امید ہے میرا علاج کامیاب رہے گا۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ رانی نے اجازت دے دی۔

ناگ نے مہاشیش ناگ کی کینچلی سے بنا سفوف پانی میں گھول کر راجہ کو پلایا۔ اس سفوف سے ہر قسم کے زہر کا علاج ہو جاتا تھا۔ اس پانی نے تو جادو ایسا کام کیا۔ کہاں تو راجہ بخار میں پھنک رہا تھا۔ اور کہاں اسے یک لخت چین آ گیا۔ سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ پانی پیتے ہی راجہ کو اپنے جسم میں طاقت کا احساس ہوا تھا۔ اور وہ اٹھ بیٹھا۔ اس نے تعجب سے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے حکیم — تم بڑے باکمال ہو۔ ہم تم سے بہت خوش ہوئے ہیں۔"

ناگ آداب بجا لا کر بولا:

"حضور خاندانی حکیم ہوں۔ پچھلی سات پشتوں سے یہی کام کرتا آ رہا ہوں۔ ابھی ایک ہفتے تک آپ کا علاج کروں گا پھر آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ اس دوران میں اپنی نگرانی میں کھانا تیار کرایا کروں گا۔"

راجہ نے کہا:

"ہم تمہیں باورچی خانے کا انچارج مقرر کرتے ہیں کیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وزیرِ خاص ٹھیک ہے نا۔"

وزیر اندر سے تو جل کر کباب ہو رہا تھا۔ اوپر سے مسکرا کر بولا:

"جی حضور۔"

اب ناگ محل میں ہی رہنے لگا۔ وزیر بڑا ٹپٹایا کہ اب کیا کروں۔ راجہ کے حکم کے آگے بول بھی نہیں سکتا تھا۔ دل میں اس نے ناگ کو ڈھیروں گالیاں دیں۔ وہ بھاگا بھاگا سیتا پتی اور باورچی کے پاس پہنچا اور کہا:

"یہ کم بخت حکیم تو گلے میں پھنس گیا۔ اب وہ روزانہ خود چیک کر کے راجہ کو کھانا دیا کرے گا۔ اس طرح تو ہمارا بھانڈہ پھوٹ جانے کا خدشہ ہے بڑا زبردست حکیم لگتا ہے۔"

باورچی نے سینہ پھلا کر کہا:

"جناب وہ خاندانی حکیم ہے تو میں خاندانی باورچی ہوں۔ میں کھانے میں زہر ملایا ہی نہیں کروں گا۔"

وزیر غصے میں آ کر چیخا:

"کیا بکتے ہو۔ زہر نہیں ملاؤ گے تو راجہ مرے گا کیسے؟"

باورچی نے مکاری سے کھی کھی کرتے ہوئے کہا:

"حضور۔۔ گھبرائیے مت۔ زہر تو بہرحال راجہ کے جسم

میں پہنچ جایا کرے گا۔"

سیتا پتی بولا:

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کھانے میں زہر نہ ہو پھر بھی راجہ کے جسم میں پہنچ جائے آخر تم کون سی استادی لڑاؤ گے؟"

باورچی نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بڑی راز داری سے کہا:

"سرکار۔ یہ خاندانی نسخہ ہے جو آپ کو بتا رہا ہوں۔ میں زہر کو ان چمچوں پر لگا دیا کروں گا جن سے راجہ کھانا کھاتا ہے۔ وہ حکیم کا بچہ کھانا ہی چیک کرے گا۔ چمچوں کی طرف اس کا دھیان کہاں جائے گا۔"

وزیر خوش ہو گیا۔

اس نے کہا:

"واہ۔ کیا زبردست ترکیب ہے۔ جواب نہیں تمہارا تم واقعی وزیر بننے کے قابل ہو۔"

باورچی تو بانس پر چڑھ گیا۔

اس نے اکڑ کر کہا:

"میں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کیے۔ یہ حکیم تو کیا اس کا باپ بھی آ جائے تو میرا مقابلہ کرنے سے رہا۔"

سیتا پتی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب تم زہر کی مقدار بڑھا دو تاکہ راجہ جلد از جلد مر جائے اور تخت ہمارے قبضے میں ہو۔"

وزیر اور سیناپتی چلے گئے تو باورچی کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ کھانے پکانے کے بعد اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ چمچوں پر بے رنگ اور بے بُو قسم کا زہر لگا دیا اور طشت کے ساتھ رکھ دیئے۔ کچھ ہی دیر بعد ناگ کھانوں کا معائنہ کرنے کے لیے باورچی خانے میں آگیا۔

باورچی نے بڑے ادب سے ناگ کو سلام کیا مگر دل میں کہا:

"او حکیم کے بچے۔ تجھے بھی زہر دے کر نہ مارا تو میں خاندانی باورچی نہیں۔"

ناگ نے کہا:

"کیوں میاں باورچی۔ کھانا تیار ہے نا۔"

باورچی نے جواب دیا:

"جناب — میں نے خاصی دیر سے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ بس حضور کی راہ دیکھ رہا تھا کہ کھانے کا معائنہ فرمائیں۔"

ناگ نے ہر طشت اٹھا کر بڑے غور سے دیکھا مگر تمام کھانے زہر سے پاک تھے۔ ناگ کو باورچی خانے کی فضا سے زہر کی بڑی ہلکی بُو محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک سانپ تھا۔

پانچ ہزار سال پرانا سانپ — زہر کی بُو تو فوراً سونگھ سکتا تھا۔ لیکن ناگ کو تعجب اس بات پر ہو رہا تھا کہ کسی کھانے میں زہر نہیں ملا ہوا تھا۔

باورچی بڑے غور سے ناگ کو دیکھ رہا تھا اور دل میں خوش ہو رہا تھا کہ ناگ زہر کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ اس نے مکاری سے کہا:

"حضور اگر حکم ہو تو کھانا لگوا دوں۔"

ناگ نے جواب دینے کی بجائے پانی کی صراحی چیک کی۔ اس میں بھی زہر نہیں ملا تھا۔ اب تو ناگ بھی چکرا گیا۔ یکایک اس کی نظر چمچوں پر پڑی۔ اس نے ایک چمچ اٹھایا۔ اس کی تیز نظروں نے زہر کو دیکھ لیا۔ ناگ باورچی کی عیاری کو مان گیا۔ اگر اس کی جگہ کوئی عام شخص ہوتا تو کبھی باورچی کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔

اس نے کہا:

"میاں باورچی — یہ چمچ گندے لگتے ہیں انہیں بدل دو۔"

باورچی کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں ناگ نے زہر کا پتہ تو نہیں چلا لیا پھر یہ سوچ کر باورچی کو تسلی ہوئی کہ زہر بے رنگ اور بے بو ہے مگر چمچے بدلنے سے اس کے تو کیے کرائے پر پانی پھر رہا تھا۔ جھٹ بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حضور۔ انہیں تو میں نے ابھی دھو کر طشت میں لگایا ہے۔ رگڑ رگڑ کر دھوئے تھے۔"

ناگ نے سختی سے کہا:

"جو میں کہہ رہا ہوں صرف وہی کرو۔"

باورچی کا بس نہ چلتا تھا ورنہ ناگ کو کچا چبا جاتا۔ اس نے خون کے گھونٹ پیتے اور دل میں ناگ کو گالیاں دیتے ہوئے چمچے بدل دیئے۔ ناگ کا حکم تو ٹال نہیں سکتا تھا۔ راجہ نے اسے باورچی خانے کا انچارج مقرر کیا تھا۔ ملازم کھانا اٹھا کر راجہ کے کمرے میں لے گئے۔

ناگ چاہتا تو وزیر، باورچی اور اس کے ساتھیوں کو خود سزا دے سکتا تھا یا راجہ کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیتا مگر وہ ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ ان کو خوب پریشان کرنا چاہتا تھا۔

ناگ چلا گیا تو باورچی سیدھا وزیر اور سینا پتی کے پاس پہنچا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ وزیر یہ سن کر بولا:

"کہیں ایسا تو نہیں کہ حکیم کو شک ہو گیا ہو؟"

باورچی نے کہا:

"ہرگز نہیں۔ چمچوں کے ساتھ زہر میں نے بڑی صفائی

سے لگایا تھا حکیم کو چمچ گندے لگے تھے۔"

سینا پتی غصے میں آ کر بولا:

"کچھ بھی ہو۔ اس حکیم کی وجہ سے ہمیں نقصان ہو رہا ہے۔ اسے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔ اب میں زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک تو یہ راجہ فوج میں بڑا مقبول ہے ورنہ میں بہت پہلے اس کی بانسری بجا دیتا۔ خطرہ تو اس بات کا ہے کہ فوج باغی نہ ہو جائے۔ راجہ زہر سے بیمار ہو کر مرے گا تو فوج یہی سمجھے گی کہ قدرتی موت مرا ہے۔"

وزیر ٹہلتے ہوئے کہنے لگا:

"اس لیے تو میں راجہ کو قتل نہیں کرتا۔ رہا یہ حکیم تو یہ کس باغ کی مولی ہے۔ آج میں اپنے جلاد کو بھیج کر اس کو مروا دوں گا۔"

وزیر نے جلاد کو بلایا۔ یہ جلاد بڑا ہی خونخوار قسم کا آدمی تھا۔ انسان کو مارنا تو مکھی کو مارنا سمجھتا تھا۔ جلاد حبشی تھا۔ کانوں میں مندرے ڈالے ہوئے تھے۔ نچلا ہونٹ لٹکا ہوا تھا۔ ایک آنکھ ٹیڑھی تھی اور اس میں سے پانی بہہ رہا تھا۔ جلاد نے سر جھکا کر کہا:

"کیا حکم ہے میرے آقا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وزیر نے کہا:

"میں جو کام تمہارے سپرد کرنے لگا ہوں وہ بڑا اہم ہے۔ تمہیں آج رات نئے حکیم کو قتل کرنا ہے"

جلاد پورا منہ کھول کر ہنسا:

"میرے آقا۔ اس مچھر حکیم کی تو میں ایک ہی وار میں گردن اڑا دوں گا۔"

وزیر مطمئن ہو گیا کیوں کہ جلاد بڑا ہی سفاک انسان تھا۔ وہ وزیر کے حکم پر پہلے بھی کئی قتل کر چکا تھا

رات ہوئی تو جلاد تیز دو دھاری خنجر لے کر حکیم یعنی ناگ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ناگ اس وقت اپنے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی آہٹ ہوئی۔ سانپ کے کان بڑے تیز ہوتے ہیں ناگ نے یہ آواز سن لی تھی۔ وہ فوراً کمبل میں پڑے پڑے ہی سانس لے کر سانپ بن گیا اور رینگتا ہوا چارپائی کے نیچے آ گیا۔

کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا۔ اور جلاد کمرے میں آ گیا۔ طاق میں رکھے دیئے کی مدہم روشنی میں وہ بڑا خوفناک لگ رہا تھا۔ اس نے خنجر دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ وزیر

نے اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ چارپائی پر تکیے اور کمبل نے مل کر ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ یوں لگتا تھا کوئی آدمی سو رہا ہے پھر کمرے میں روشنی بھی کم تھی اس لیے جلاد یہی سمجھا کہ ناگ بستر پر ہے۔

وہ چارپائی کے پاس آ کر رک گیا۔

اس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور پے در پے دو تین وار کیے۔ مگر یہ کیا نہ تو کوئی چیخ ابھری اور نہ ہی خنجر خون آلود ہوا۔ جلاد گھبرا گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے جلدی سے کمبل الٹ دیا۔ نیچے تو ایک تکیہ پڑا تھا۔ اسی وقت جلاد کو آواز سنائی دی:

"تم مجھے ڈھونڈ رہے ہو میں تو یہاں کھڑا ہوں۔"

دراصل ناگ دروازے کے پاس جا کر انسان کی شکل میں آ گیا تھا۔ جلاد نے بڑی تیزی سے مڑ کر دیکھا ناگ پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھر آئی۔ اسے اپنا شکار مل گیا تھا۔ اس نے خنجر لہرا کر ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ ایک طرف ہٹ کر بچ گیا۔ اور فوراً گہری سانس لے کر سانپ کی شکل میں آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونی جلاد نے انسان کو سانپ بنتے دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا وہ دروازے کی طرف دوڑا۔ ناگ نے لپک کر اس کی پنڈلی پر ڈس لیا۔ گرمی کی ایک لہر جلاد کے جسم میں دوڑ گئی مگر وہ رکا نہیں دروازے سے نکل کر باہر بھاگ گیا۔!!

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

آگ اور سانپ

خونی جلاد دوڑتا ہوا ادھر جا رہا تھا جہاں وزیر، سینا پتی اور باورچی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ سانپ کا زہر تیزی کے ساتھ اس کے خون میں حل ہوتا جا رہا تھا۔ جلاد کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر آگ کی بھٹی دہک رہی ہے۔ وہ دوڑتا ہوا اس کمرے میں پہنچ گیا۔

وزیر اپنے جلاد کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ جلاد دھڑام سے اس کے قدموں میں گر گیا۔ ناگ کے زہر نے اپنا اثر شروع کر دیا تھا۔ جلاد کا گلا بند ہونا شروع ہو گیا۔ اس نے ہچکی لے کر کہا:

'مجھے سانپ ۔ سانپ نے ڈس لیا۔ وہ۔ وہ۔۔۔'

خونی جلاد صرف اتنا ہی کہہ سکا اور مر گیا۔ وہ وزیر کو بتانا چاہتا تھا کہ حکیم اصل میں سانپ ہے مگر موت نے اسے مہلت ہی نہ دی تھی۔ اپنے وفادار جلاد کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت پر وزیر کو بہت دکھ ہوا۔ اس نے لاش گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دی۔

سینا پتی نے کہا:

"اس علاقے میں سانپ بہت کم ہوتا ہے پھر اتنی سردی میں سانپ کہاں سے آ گیا؟"

باورچی یہ سن کر بولا:

"حضور۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطرناک انسان دیکھے ہیں مگر یہ حکیم عجیب پر اسرار سا آدمی ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ ضرور اپنے اندر کوئی خاص طاقت رکھتا ہے۔"

وزیر نے غصّے میں آ کر باورچی کو جھڑک دیا:

"خاموش رہو۔ حکیم میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ سے میرا ایک وفا دار آدمی مارا گیا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سینا پتی نے کہا:

"اب ہو گا کیا۔ ایسا نہ ہو کہ بات کھل جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ میری مانو تو کچھ دن کے لیے راجہ کو زہر دینا بند کر دو اور اپنی ساری سرگرمیاں روک دو۔"

وزیر نے دانت پیس کر کہا:

"تم احمق ہو۔ اتنی مشکل سے راجہ کو موت کی دہلیز تک پہنچایا ہے اب کیسے چھوڑ دیں؟"

سینا پتی کو وزیر پر غصّہ تو بہت آیا لیکن پی گیا۔ دل میں کہا:

"کوئی بات نہیں بیٹا وزیر۔ ایک بار حکومت تو ہاتھ آ جانے دے۔ سب سے پہلے تمہیں قتل کر کے تمہاری بوٹیاں چیل کوؤں کے آگے ڈالوں گا۔ گن گن کر سارے بدلے لوں گا۔"

ادھر وزیر اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا:

"اس سینا پتی کو تو تخت پر بیٹھتے ہی مروا دوں گا۔ بہت بک بک کرنے لگا ہے۔"

باورچی جو خاموش کھڑا تھا کہنے لگا:

"حضور۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حکیم کو کس طریقے سے مارنا چاہیے؟"

وزیر بولا:

"کل رات میرے آدمی حکیم کے کمرے کو آگ لگا دیں گے اور وہ اندر ہی جل کر مر جائے گا۔"

وزیر کا ارادہ بڑا خطرناک تھا۔ آگ کو آگ جلا سکتی تھی وہ عنبر تو نہیں تھا کہ ہر مصیبت سے بچا رہتا۔ اگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو اس کی سب سے بڑی دشمن تھی جو اسے بھسم کر کے رکھ دیتی۔

اگلے دن وزیر نے اپنے تین جانباز گوریلوں کو بلایا اور کہا:

"میرے وفا دارو۔ تمہیں آج راج کے نئے حکیم کے کمرے کو آگ لگا دینی ہے۔ وہ کمرے میں ہی تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ میں تم تینوں کو ایک ایک لاکھ سونے کے سکے دوں گا"

اتنا انعام سن کر گوریلے خوش ہو گئے۔ انہوں نے وزیر کو تسلی دی کہ بس حکیم کو مرا ہوا سمجھے۔ رات ہوئی تو گوریلے رال کا تیل لے کر نکل آئے۔ گوریلے بڑے چالاک تھے۔ وہ آدھی رات کے بعد اپنے خونی مشن پر نکلے تھے۔ جس وقت سب سوئے پڑے تھے۔ ناگ اس سازش سے بے خبر اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ گوریلوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور رال کا تیل لکڑی پر ڈالنے لگے۔ اس کے بعد ایک گوریلا چھت پر چڑھ گیا۔

چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ گوریلے نے چھت پر رال کے تیل کا پورا پیپا بہا دیا اور آگ لگا کر فرار ہو گئے۔

رال کے تیل نے بڑی سرعت کے ساتھ آگ پکڑ لی دروازہ اور چھت دھڑا دھڑ جلنے لگی۔ محل کے محافظوں نے جب آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو شور مچاتے بھاگے۔

ناگ کمرے میں سویا پڑا تھا۔ سارا کمرہ دھوئیں میں بھر گیا تھا۔ ناگ کو اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا وہ اٹھ بیٹھا۔ دھواں بڑا کڑوا اور کسیلا تھا۔ ناگ کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور شدید جلن ہونے لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ مکار وزیر نے اسے جلا کر مار ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ آگ اسی مکار کی لگائی ہوئی ہے۔

دروازے کی لکڑی پوری طرح آگ کی لپیٹ میں تھی۔ دروازہ سرخ ہو رہا تھا۔ شعلے اپنی لمبی زبانیں نکالے ناچ رہے تھے۔ ناگ نے سوچا اگر اس نے انسان کے بھیس میں دروازے سے نکلنے کی کوشش کی تو باہر پہنچتے پہنچتے جل مرے گا۔ اس نے روشن دان کی طرف دیکھا کہ پرندہ بن کر نکل جائے مگر وہاں بھی آگ تھی۔

باہر محافظ شور مچا رہے تھے وہ پانی پھینک کر آگ بجھانا چاہتے تھے مگر آگ بہت بھڑک چکی تھی۔ ناگ کو بہت گرمی لگ رہی تھی۔ کڑوے کسیلے دھوئیں نے اسے کھانسی لگا دی۔ ناگ کو باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ چھت کی کڑیاں اب ٹوٹنے لگی تھیں۔ ایک بار تو ناگ کی آنکھوں کے سامنے موت کی شکل گھوم گئی۔ آگ میں جلنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی وقت ناگ کو خیال آیا کہ کمرے سے ایک نالی باہر نکلتی ہے۔ ناگ فوراً سانپ کی جون میں آکر نالی میں گھس گیا اور رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔ کھلی اور ٹھنڈی فضا میں آتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا وہ موت کے پھندے سے نکل آیا تھا۔ وزیر نے تو اسے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

کچھ دور ایک ویران گوشے میں جاکر ناگ انسان کی شکل میں آگیا اور اپنے جلتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے کے باہر راجہ اور وزیر بھی تھے۔ وزیر بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اس کا دشمن آگ میں جل مرا ہے۔ اتنے میں ناگ آگیا۔

راجہ نے جب اسے دیکھا تو خوشی سے چلایا:

"اے نوجوان حکیم تم زندہ ہو۔"

وزیر پر تو ڈھیروں اوس پڑگئی وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ کم بخت کمرے سے کس طرح نکل آیا۔

ناگ نے کہا:

"حضور — مجھے کمرے میں گھبراہٹ ہو رہی تھی لہٰذا میں شاہی باغ میں چلا گیا۔ وہاں ٹھنڈی ہوا میں مجھے نیند آگئی اور میں گھاس پر سو گیا۔ اب شور سن کر میری آنکھ کھلی ہے۔"

راجہ نے غصّے میں آکر کہا:

"کسی نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش کی ہے میں اس غدار کی کھال کھنچوا دوں گا۔"

ناگ نے وزیر کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا:

"نہیں حضور۔ میرا بھلا اس محل میں کون دشمن ہو سکتا ہے ابھی چند دن تو مجھے آئے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے آگ اتفاقاً لگ گئی ہے۔"

وزیر نے بھی فوراً کہا:

"بالکل — لگتا ہے تیل کے دیئے کی وجہ سے آگ لگی ہے ورنہ حکیم سے کسے رنجش ہو سکتی ہے۔"

ادھر سے وزیر نے کہہ تو دیا مگر دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اسے اپنے گوریلوں پر غصہ آ رہا تھا جنھوں نے دیکھے بھالے بغیر ہی آگ لگا دی تھی۔ وزیر اپنے محل میں آگیا جو راجہ کے بڑے محل کے اندر ہی تھا۔ وزیر نے فوراً سیناپتی اور گوریلوں کو بلا لیا۔ وہ گوریلوں پر برستا ہوا کہنے لگا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بدبختو۔ کمینو۔ تم نے ذرا سی بے احتیاطی سے میرا منصوبہ تباہ کر ڈالا۔ تم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ حکیم کا بچہ کمرے میں ہے یا نہیں۔"

گوریلے تو کانپ اٹھے۔ وزیر غصے کا بڑا زہریلا تھا۔ ایک نے ہمت کر کے کہا:

"ہمیں معاف کر دیں۔ ہم سے واقعی بڑی بھول ہوئی۔ ہمیں محتاط ہونا چاہیے تھا۔"

سینا پتی نے ٹہلتے ہوئے کہا:

"وزیر صاحب ۔۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے ہم میں کوئی غدار ہے اور حکیم سے مل گیا ہے۔ ذرا سوچو۔۔ اتنی سردی میں کون ٹہلنے باہر نکلتا ہے۔ ضرور کسی نے مخبری کی اور حکیم اپنے کمرے میں رات کو گیا ہی نہیں۔"

یہ بات وزیر کے دل کو بھی لگی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا:

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم میں کوئی غدار ہے تو راجہ کو خبر کر کے ہمیں مروا کیوں نہیں دیتا۔"

سینا پتی نے چیخ کر کہا:

"کچھ بھی ہو۔ مجھے یہ حکیم بڑا پر اسرار لگتا ہے اور ہم میں کوئی مخبر ضرور ہے۔"

وزیر بولا:

"اگر کوئی مخبر ہے تو ہمیں پہلے اس کا پتہ چلانا چاہیے۔ وہ کون ہے جو ہم سے غداری کر کے حکیم کا ساتھی بن گیا ہے۔"

سینا پتی نے غصے سے کہا:

"میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔ اور اپنے ہاتھ سے پھانسی چڑھاؤں گا۔ لیکن اس طرح راجہ کو مرنے میں اور وقت لگے گا اور میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

مکار وزیر نے عیاری سے مسکرا کر کہا:

"اب میں نے بڑی خطرناک چال سوچی ہے راجہ اور حکیم بچ نہ سکیں گے۔"

سینا پتی نے کہا:

"اگر تم ایسا کر سکو تو بہت بہتر ہے۔"

وزیر نے دانت نکالتے ہوئے کہا:

"دماغ میرا اور طاقت تمہاری۔ یہ دونوں مل جائیں تو راجہ ہرگز نہیں بچ سکتا۔"

سینا پتی نے جھنجھلا کر کہا:

"کھل کر کہو میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔"

وزیر نے گوریلوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور کہنے لگا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"راجہ کی طبیعت اب بہت بہتر ہو گئی ہے اور راجہ کو شکار کا بڑا شوق ہے۔ میں اور تم اسے اپنے ساتھ شکار پر لے جائیں گے میرے گوریلے پہلے سے جنگل میں چھپے ہوں گے وہ اچانک حملہ کر کے راجہ کو قتل کر دیں گے اور ہم واپس آ کر مشہور کر دیں گے کہ راجہ کو ایک شیر نے ہلاک کر دیا ہے۔"

سینا پتی یہ سن کر پھڑک اٹھا:

"یہ ترکیب بڑی زبردست ہے۔ راجہ بچ نہ سکے گا۔"

غدار وزیر اور سینا پتی دونوں قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔

○

ادھر ماریا خانقاہ سے نکل کر واپس درختوں کے جھنڈ میں آ گئی۔ اسے ان دونوں بھکشوؤں پر بڑا غصہ تھا جنھوں نے اسے زخمی کر دیا تھا۔ وہ گھاس پر لیٹنے لگی تھی کہ اسے اچانک وہ خفیہ راستہ نظر آ گیا جو خانقاہ کے اندر جاتا تھا۔ ماریا اس راستے سے خانقاہ کے نیچے بنے خفیہ تہہ خانے میں آ گئی۔

اس نے دیکھا کہ سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی فرش پر بندی پڑی ہے۔ اس نے اپنا چہرہ گھٹنوں

میں چھپا رکھا تھا اور رو رہی تھی۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی کی مدھم سسکیوں سے ماریا کا دل تڑپ اٹھا۔ چاچو اور بھکشو موجود نہ تھے لڑکی اکیلی تھی۔

ماریا لڑکی کے پاس آ گئی اس نے آہستہ آواز میں کہا:

"اے بہن!"

لڑکی نے ایک دم سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کے اداس چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے اور خوب صورت چہرہ موت کے خوف سے کملا گیا تھا۔ لڑکی سمجھی شاید اسے وہم ہوا ہے اور کسی نے اسے نہیں پکارا۔

اس وقت ماریا نے کہا:

"ڈرنا مت بہن۔ میں تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے سہم کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

ماریا بولی:

"خوف نہ کھاؤ۔ میں بھی تمہاری طرح ایک لڑکی ہوں کسی جادو کی وجہ سے دوسروں کو نظر نہیں آتی۔"

لڑکی نے یہ سُنا تو اس کی ڈھارس بندھی اس نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا نام مریم ہے۔ میں مسلمان ہوں دو ڈاکو مجھے کنوئیں سے پانی بھرتے وقت اٹھا لائے تھے۔ انہوں نے مجھے بھکشو کے ہاتھ بیچ دیا ہے جو مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

یہ کہہ کر لڑکی پھر رونے لگی۔

ماریا نے کہا:

"رو مت بہن۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

مریم نے آنسو بھری آواز میں کہا:

"میرے بوڑھے والدین سخت پریشان ہوں اور مجھے یاد کر کے روتے ہوں گے پتہ نہیں اب میں ان سے مل بھی سکوں گی کہ نہیں۔"

ماریا کہنے لگی:

"دل چھوٹا نہ کرو مریم بہن۔ ہمت سے کام لو۔ تم زندہ رہو گی۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور چاچو اور بھکشو اندر آ گئے۔ ماریا جلدی سے پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بھکشو اس کی بُو سونگھ کر خبردار ہو جائیں۔

چاچو نے مریم کے پاس آ کر کہا:

"اے لڑکی تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟"

مریم گھبرا گئی مگر جلدی سے بولی:

"میں کس سے باتیں کر سکتی ہوں یہاں کون آ سکتا ہے سوائے تمہارے۔"

بھکشو نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا:

"ارے چاچو — یہ ٹھیک کہتی ہے یہاں کسی نے آ کر مرنا ہے کیا۔ یہ تو ہمارا خفیہ اڈہ ہے۔"

چاچو کہنے لگا:

"تم کل ہی سے دریا کے کنارے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر منتر پڑھنا شروع کر دو۔ پھر اس لڑکی کو ذبح کر کے اس کا دل کھا جانا تاکہ تمہارے ہاں اولاد ہو سکے۔"

بھکشو نے جواب دینے کی بجائے سر ہلا دیا۔ ماریا کچھ فاصلے پر کھڑی تھی اس نے دیکھ لیا تھا کہ بھکشو کے جسم کے ارد گرد جادوئی شیشے کی دیوار نہیں ہے۔ ماریا نے سوچا کہ اسے یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ تہہ خانے کی دیوار سے ایک تلوار لٹک رہی تھی۔ ماریا تلوار اتارنے آگے بڑھی تو بے خیالی میں اس کا پاؤں فرش پر پڑے ڈول سے ٹکرا گیا۔ ڈول لڑھکتا ہوا پرے چلا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا فوراً تہہ خانے کی پرلی نکڑ میں چلی گئی۔ دونوں بھکشو چونک اٹھے تھے اور ڈول کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بھکشو نے جلدی سے کہا:

"چاچو، میرے یار۔ کہیں وہ غیبی عورت زندہ تو نہیں بچ گئی۔ یہ ڈول کیسے لڑھک گیا؟"

چاچو ناک سکیڑ کر فضا میں کچھ سونگھ رہا تھا۔ ماریا پرلی نکڑ میں تھی اس لیے چاچو اس کے خون کی بُو نہ سونگھ سکا۔ اس نے کہا:

"نہیں۔ وہ غیبی عورت میرے وار سے نہیں بچ سکتی اس ڈول کا پیندہ ٹوٹا ہوا ہے خود بخود لڑھک گیا ہوگا۔"

بھکشو کہنے لگا:

"مجھے شک ہے کہ غیبی عورت بچ نکلی ہے ہمیں اس تہہ خانے کی تلاشی ضرور لینا چاہیے۔"

ماریا، چاچو کی بات سن کر مطمئن ہو گئی تھی مگر یہ کمبخت بھکشو کچھ زیادہ ہی محتاط تھا۔ بھکشو اور چاچو دونوں ہاتھ پھیلا کر تہہ خانے میں چکر کاٹنے لگے کہ اگر غیبی عورت ہوگی تو اس سے ان کے ہاتھ ٹکرائیں گے۔ ماریا کے لیے بڑا مشکل وقت تھا۔ اگر بھکشو اسے چھونے یا اس کے جسم کی بو سونگھنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس کے

حق میں بہت بُرا ہوتا۔ ماریا چپکے سے آکر مریم کے پاس بیٹھ گئی۔

بھکشو اور چاچو نے تہہ خانے کی تلاشی لی مگر ماریا کو نہ ڈھونڈ سکے۔

چاچو نے کہا:

"تمہیں وہم ہوا ہے مجھے تو پورا یقین ہے کہ غیبی عورت کی روح اب آسمانوں میں جا چکی ہوگی۔"

بھکشو نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سر جھٹک کر کہا:

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر نجانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ غیبی عورت زندہ ہے اور ہمیں مارنے کی فکر میں ہے۔"

چاچو نے منہ بنا کر کہا:

"اب وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہ تھا میں کیا کر سکتا ہوں۔"

بھکشو اور چاچو، مریم کی طرف آئے تو ماریا ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ان کم بختوں سے کس طرح نبٹے۔ تہہ خانے کے آتش دان کے پاس ایک لمبی نوکیلی سلاخ پڑی تھی جس سے غالباً آگ کریدنے کا کام لیا جاتا تھا ماریا نے بڑی خاموشی سے سلاخ اٹھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی۔ چاچو اور بھکشو تو یہ نہ دیکھ سکے مگر مریم نے دیکھا کہ سلاخ خود بخود غائب ہو گئی ہے وہ سمجھ گئی کہ ماریا ان ظالم بھکشوؤں کا خاتمہ کرنے لگی ہے۔

دونوں ہاتھوں سے سلاخ تھامے ماریا بھکشو کی طرف بڑھنے لگی۔ جونہی وہ بھکشو کے پاس آئی۔ بھکشو نے اس کی بُو سونگھ لی وہ چلایا:

"چاچو۔ غیبی عورت اس تہہ خا...."

الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ ماریا نے سلاخ پوری طاقت سے بھکشو کی گردن پر ماری۔ نوکیلی سلاخ اس کی گردن چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ بھکشو بڑے بھیانک انداز میں چیخا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن پر جم گئے تھے۔ وہ سلاخ کو گردن سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خون کے فوارے اس کی انگلیوں سے بہہ رہے تھے۔ ماریا نے سلاخ واپس کھینچ لی اور گھما کر چاچو کی کھوپڑی پہ ماری۔ اس کی کھوپڑی ناریل کی طرح چٹخ گئی۔

وہ زخمی حالت میں دروازے کی طرف بھاگا۔ ماریا نے سلاخ اس کی طرف اچھال دی۔ ہوا میں تیرتی ہوئی سلاخ چاچو کی کمر میں دھنس گئی۔ چاچو چیخ مار کر گرا اور تڑپتا ہوا مر گیا۔۔ دونوں بھکشو اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے۔ مریم

اپنے سامنے دو خون ہوتے دیکھ کر گھبرا گئی تھی ماریا نے اسے تسلی دی اور کہا:

"انہیں اپنے کیے کی سزا ملی ہے۔ یہ خونی اور قاتل تھے ان کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔"

مریم کی رسیاں کھول کر ماریا نے اسے ہمراہ لیا اور تہہ خانے کے خفیہ راستے سے باہر آ گئی!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہندوستان کے ٹھگ

مریم کا گھر دہلی میں تھا۔

اب یہ ماریا کا فرض تھا کہ وہ مریم کو اس کے بوڑھے ماں باپ تک پہنچاتے۔ وہ دونوں گھوڑے پر سوار ہوکر دہلی کی طرف روانہ ہوگئیں۔ دہلی کے راستے میں ایک گھنا جنگل آتا تھا جس میں خونی ٹھگوں کا ٹھکانہ تھا۔ ہندوستان کے یہ ٹھگ عیاری اور سفاکی میں اپنی مثال آپ تھے اور کالی مائی کی پوجا کرتے تھے۔

یہ خونی ٹھگ جب کسی مہم پر روانہ ہوتے تو پہلے کالی مائی کے بت کے حضور بھیڑ کی قربانی دیتے۔ بھیڑ کا سر کاٹ کر کالی مائی کے قدموں میں رکھ دیتے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں کاٹ کر کالی مائی کے منہ میں ڈال دیتے اس کے بعد ایک خاص قسم کا شربت مردہ بھیڑ کے سر پر ڈالتے۔ اگر اس شربت کے ڈالنے سے بھیڑ کے نتھنے سکڑ جاتے تو ٹھگ بڑے خوش ہوتے کہ کالی مائی نے قربانی

قبول کر لی ہے اور مہم پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس کے برعکس اگر نتھنے نہ سکڑتے تو یہ برا شگون سمجھا جاتا اور مہم ملتوی کر دی جاتی۔

کالی مائی کے یہ پجاری دن کے وقت گیدڑ کی آواز کو منحوس سمجھتے تھے۔ مہم پر جاتے وقت اگر انہیں کوئی سر ہلاتا کتا نظر آ جاتا تو سمجھتے کہ بڑا اچھا دن ہے۔ اگر یہ مہم سے کامیاب لوٹتے تو کالی مائی کی عبادت کرتے اس کی مورتی کے سامنے رسی کا پھندہ، رومال، چاقو رکھ دیتے۔ ارد گرد مردہ چھپکلیاں اور سانپ پھیلا دیتے اور مورتی پر پھول نچھاور کرتے تھے۔

ان ٹھگوں کا خوفناک ہتھیار رومال ہوتا تھا۔ اپنے شکار کی گردن میں رومال ڈال کر اس کا گلا گھونٹ دیتے تھے۔ عیاری میں یہ ٹھگ بے مثال تھے۔ کبھی یوں ہوتا کہ کسی مسافر کو مارنے کے بعد پیسے وغیرہ نکال رہے ہوتے کہ کئی اور مسافر ادھر آ نکلتے۔ انہیں دیکھتے ہی ایک ٹھگ فوراً بے ہوش بن کر گر پڑتا۔ مسافر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور باقی ٹھگ لاش ٹھکانے لگا دیتے۔ کبھی لاش کے گرد پردہ تان کر کھڑے ہو جاتے کہ عورتیں ساتھ ہیں اس لیے پردہ کر رکھا ہے اور کبھی بدنصیب مسافر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لاش پر چادر ڈال کر رونے لگتے اور کہتے اور ہمارا ساتھی اچانک سفر میں مرگیا ہے۔ ہائے وہ ہمیں راستے میں ہی چھوڑ گیا اب اس کے ماں باپ کو کیا جواب دیں گے۔ آنے والے مسافروں کو شبہ بھی نہ ہوتا کہ یہ ٹھگ مکاری کر رہے ہیں۔

ان ٹھگوں نے آپس میں گفتگو کے لیے خفیہ زبان بنا رکھی تھی جسے کوئی دوسرا سن بھی لیتا تو نہ سمجھ پاتا۔ آپس میں خفیہ اشارے طے تھے۔ اگر کبھی ایسا ہوتا کہ کسی اکیلے ٹھگ کو کوئی چھوٹا موٹا قافلہ نظر آتا تو وہ اس کا تعاقب شروع کر دیتا اور کچی سڑک پر لکیر بناتا جاتا۔ دوسرے ٹھگ اس لکیر کو دیکھتے ہی سمجھ جاتے کہ ادھر شکار گیا ہے اور ہمارے ساتھی کو مدد کی ضرورت ہے۔ کبھی راستے میں درخت کے پتے پھیلاتے جاتے اس کا مطلب تھا "فوراً آگے پہنچو"

یہ بڑے وہم پرست ہوتے تھے۔ ٹھگی کے لیے نکلتے اور راستے میں کوئی جنازہ نظر آ جاتا۔ یا کسی عورت کے رونے پیٹنے کی آواز سنتے تو بڑا برا خیال کرتے۔ کوئی عورت پانی سے بھرا گھڑا اٹھائے نظر آتی تو خوشی سے ناچ اُٹھتے اور اگر عورت کا گھڑا خالی ہوتا تو ان کے

منہ لٹک جاتے تھے۔

ماریا اور مریم بھی سفر کرتی ہوئیں خونی ٹھگوں کے اس جنگل میں آ پہنچیں تھیں۔ رات ہو رہی تھی۔ تھکن سے دونوں کا برا حال تھا۔ اس جنگل میں کیلے کے درخت درخت بکثرت تھے انہوں نے کیلے کھا کر چشمے سے تازہ اور میٹھا پانی پیا۔ مریم نے کہا:

"ماریا بہن۔ اب تو مجھ میں سفر کی ہمت نہیں گھوڑے پر سفر کرتے کمر اکڑ گئی ہے۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"کوئی مناسب جگہ دیکھ کر آرام کرتے ہیں۔"

ڈوبتے سورج کی سنہری روشنی درختوں پر پڑ رہی تھی۔ جنگل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت ان کا گھوڑا ایک پگڈنڈی پر سے گزر رہا تھا۔ پگڈنڈی کے دونوں طرف لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ناہموار زمین تھی جس پر جا بجا درخت سینہ تانے کھڑے تھے۔

کچھ آگے جا کر ایک ٹیلا آ گیا۔ اس کے دوسری طرف ایک چھوٹا میدان تھا جس میں سبز گھاس لہلہا رہی تھی۔ مریم نے خوش ہو کر کہا:

"رات گزارنے کے لیے یہ جگہ بہترین ہے کیا ٹھنڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور مزے دار ہوا چل رہی ہے۔"

ماریا کہنے لگی:

"اور اگر کوئی شیر رات کو ادھر آ نکلا تمہیں کھا کر اسے بھی بڑا مزہ آئے گا۔ لیکن کسی درخت پر بھی رات نہیں گزاری جا سکتی۔ درختوں پر سانپ ہوتے ہیں اگر کسی نے تمہیں ڈس لیا تو۔"

"اوئی — سانپ" مریم ڈر گئی۔

ماریا نے کہا:

"ڈرو مت۔ ویسے یہ جنگل اوپر سے جتنے خوبصورت نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے خوفناک جنگل دیکھے ہیں۔"

گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ کر ماریا اور مریم گھاس پر لیٹ گئیں۔ سورج ڈوب چکا تھا اور تاریکی نے جنگل میں ڈیرے جما لیے تھے۔ درختوں پر بسیرا کرنے والے پرندے بھی خاموش ہو چکے تھے۔ پورا جنگل گھپ سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد مریم سو گئی۔ اور اس کے ہلکے ہلکے خراٹے ماریا کو سنائی دینے لگے۔

ماریا کو بھی بڑے زور کی نیند آ رہی تھی۔ اب وہ پر اسرار طاقتوں والی ، یا تو نہیں تھی کہ نہ کھانے کی

ضرورت محسوس ہوتی اور نہ سونے کی — ماریا سونا نہیں چاہتی تھی وہ رات بھر جاگ کر مریم کی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ آدھی رات تک تو ماریا جاگتی رہی پھر اس پر بھی غنودگی طاری ہونے لگی اور وہ جنگل کی ٹھنڈی ہوا نے اسے بھی سلا دیا۔

رات سنسان اور خاموش تھی۔ کبھی کسی الو کے چلانے یا گیدڑ کے رونے کی آواز آتی۔ رات کے اس سناٹے میں تین ٹھگ جنگل میں گھوم رہے تھے وہ کسی مسافر یا قافلے کی تلاش میں تھے تاکہ لوٹ مار کر سکیں۔ جنگل میں گھومتے وہ اس طرف آ نکلے جدھر ماریا اور مریم سو رہی تھیں۔ انہوں نے جب مریم کے خراٹوں کی آواز سنی تو چوکنے ہو گئے۔

دبے قدموں آگے بڑھے تو چاند کی روشنی میں مریم انہیں نظر آ گئی۔ سنہرے بالوں والی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چند دن پہلے انہوں نے ایک قافلہ لوٹا تھا۔ اس قافلے میں چار لڑکیاں بھی تھیں جنہیں ان ٹھگوں نے اپنا قیدی بنا لیا تھا۔ بوڑھی عورتوں اور مردوں کو قتل کر دیا تھا۔

ٹھگ ان لڑکیوں کو شہر میں مال دار لوگوں کے ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فروخت کر دیتے تھے۔ قیدی چار لڑکیوں کو لے کر ان کا سردار اگلے دن شہر جانے والا تھا۔ مریم کو دیکھ کر دونوں ٹھگوں کے دانت باہر نکل آئے۔ انہوں نے سوچا اس خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر سردار خوش ہو گا کیوں کہ شہر میں یہ کافی مہنگی بک سکتی ہے۔ مالدار ہندو سنہرے بالوں والی لڑکیوں کو اپنی کنیزیں بنانا زیادہ پسند کرتے تھے۔

ایک ٹھگ نے اپنی جیب سے بے ہوشی کی دوا والا رومال نکال لیا اور آہستہ آہستہ مریم کی طرف بڑھنے لگا۔ ماریا تو ان دونوں کو نظر آ نہیں سکتی تھی۔ ٹھگ نے بڑی پھرتی سے بے ہوشی کی دوا والا رومال مریم کے منہ پر ڈال دیا۔ مریم ہڑبڑا کر اٹھی اس نے چیخنا چاہا مگر ٹھگ نے رومال سے منہ دبا رکھا تھا۔ بیہوشی کی دوا مریم کے دماغ پر چڑھ گئی اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

ٹھگ نے اسے کندھے پر ڈالا اور اپنے ساتھی کے ہمراہ ٹیلے کے دوسری طرف اتر کر جنگل میں گھس گیا۔ ماریا بے خبر سوتی رہ گئی۔ گھوڑا کچھ فاصلے پر درختوں میں بندھا ہوا تھا اس لیے ٹھگوں کو نظر نہ آیا۔

ٹھگ ٹیڑھی میڑھی کچی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے اپنے ٹھکانے پر آ گئے۔ یہ ایک بڑا غار تھا۔

ٹھگوں کے سردار نے جب مریم کو دیکھا تو مسکرا کر بولا:

"واہ — بہت عمدہ مال ہے۔ لڑکی ذرا بھوکی پیاسی ہے۔ کچھ کھلا پلا دیں گے تو رنگ روپ اور نکھر آئے گا پھر یہ بمبئی کے کسی ساہوکار کے ہاتھ مہنگے داموں بک جائے گی۔"

سارے ٹھگ قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ غار میں ایک طرف دیوار سے زنجیریں لگی ہوئی تھیں جن سے چار لڑکیاں بندھی ہوئی تھیں ٹھگوں نے مریم کو بھی انہی زنجیروں سے باندھ دیا۔

سردار کہنے لگا:

چند گھنٹے بعد میں سمندر کے راستے بمبئی روانہ ہو جاؤں گا تاکہ ان پانچوں لڑکیوں کے دام کھرے کر سکوں۔"

کچھ دیر بعد مریم کو ہوش آیا تو خود کو ٹھگوں کی قید میں دیکھ کر وہ رونے لگی۔ ٹھگ سردار نے گرج کر کہا:

"چپ — رونا دھونا بند کر دے۔ اب تجھے کوئی نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچا سکتا۔ بتا تیرا نام کیا ہے اور تو کس مذہب کی ہے؟

مریم روتے ہوئے کہنے لگی:

"میرا نام مریم ہے اور میں مسلمان ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔"

ٹھگ سردار نے قہقہہ مار کر کہا:

"آج سے تو مریم نہیں مینا کماری ہے۔ خبردار اگر کسی سے یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ تمہیں کسی ہندو ساہوکار کی کنیز بننا ہے۔ اب یہ رونا بند کرو اور خوش رہا کرو تاکہ خوب صحت مند ہو جاؤ اور تمہارے زیادہ دام ملیں۔"

ٹھگ سردار نے مریم کو بھنا ہوا گوشت اور پھل کھانے کو دیئے۔ مریم کو اپنی حالت پر رونا آ گیا۔ وہ اس وقت بھیڑ بکری کی مانند تھی کہ کھلا پلا کر اور موٹا کر کے ذبح کیا جائے تاکہ زیادہ گوشت نکلے۔ کچھ دیر بعد ٹھگوں کا ایک گروہ پانچوں لڑکیوں کو لے کر روانہ ہو گیا۔

گھوڑوں پر سوار وہ صبح ہونے سے پہلے سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں ایک چھوٹا بحری جہاز کھڑا ہوا تھا۔ اس بحری جہاز کا کپتان (لنگڑا) ٹھگوں کا ساتھی

تھا۔ جہاز بھی اسی کا تھا۔ ٹھگ سردار لنگڑے کپتان سے گلے ملا۔

لنگڑے نے اپنی مکار آنکھوں سے مریم کو دیکھتے ہوئے کہا:

"اس بار تو خاصا عمدہ مال ہے خوب روپیہ ہاتھ لگے گا۔"

ٹھگ سردار نے قہقہہ مارا اور مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا:

"یہ لڑکی تو رات ہی ہاتھ لگی ہے۔ ویسے چیز خوب ہے۔ نیلی آنکھیں اور سنہرے بال — ساہوکار منہ مانگے داموں خرید لیں گے۔"

لنگڑے کپتان کے حکم سے ملاحوں نے جہاز کے بادبان کھول دیئے۔ جہاز چل پڑا۔ مریم اور دوسری چاروں لڑکیوں کو ایک کیبن میں بند کر دیا گیا تھا۔ مریم بڑی اداس تھی۔ خونی ڈاکوؤں اور بھکشوؤں کی قید سے نکل کر وہ ٹھگوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی اور یہاں بچنے کی امید بھی کوئی نہ تھی۔ یہ سوچ کر مریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اب وہ اپنے بوڑھے والدین سے شاید کبھی نہ مل سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری لڑکیوں نے اسے روتے دیکھا تو پاس آ ئیں ایک نے کہا:

"بہن روؤ مت۔ ہم سب مصیبت کی ماری ہیں۔ ان ظالموں نے ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے والدین کو قتل کر ڈالا اور ہمیں اپنا قیدی بنا لیا۔"

مریم کے آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہ تھے۔

ادھر ماریا صبح جاگی تو مریم کو غائب پا کر چکرا گئی وہ بھاگ کر ٹیلے پر چڑھی ادھر ادھر دیکھا۔ مریم —— مریم —— مریم —— اس کی آواز جنگل میں گونج کر رہ گئی۔ کہیں سے کوئی جواب نہ آیا۔ ماریا گھبرائی کہ کہیں کسی جنگلی درندے نے تو اسے ہڑپ نہیں کر لیا لیکن فوراً ہی ماریا کو خیال آیا کہ اگر ایسا ہوتا تو مریم شور مچاتی یا جنگلی درندہ ہی دھاڑتا، غراتا —— پھر مریم آخر گئی کہاں ہے؟

ایکا ایکی ماریا کی نظر ٹیلے کے نیچے بھربھری زمین پر پڑی۔ یہاں گھاس نہیں تھی اور انسانی قدموں کے نشان بالکل صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ نشان آگے جا کر لمبی گھاس میں گم ہو گئے تھے۔ یہ دو آدمیوں کے ننگے پیروں کے نشان تھے۔ ماریا نے بیٹھ کر غور سے نشان دیکھے۔ ایک آدمی

کے نشان دوسرے کی نسبت زیادہ گہرے تھے جیسے وہ پاؤں دبا دبا کر چلا ہو یا اس نے کوئی بوجھ اٹھا رکھا ہو۔ ماریا سمجھ گئی کہ مریم کو یہی دو آدمی اٹھا لے گئے ہیں۔

یہ آدمی کون ہیں؟ مریم کہاں ہے؟ اس کا ماریا نے پتہ چلانا تھا۔ ماریا گھوڑے کی طرف آئی۔ گھوڑا درخت سے بندھا ہوا تھا۔ ماریا گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف چل دی۔

سورج نکل آیا تھا۔ گھوڑا جنگل میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ آگے جا کر جنگل خوب گھنا ہو گیا تھا۔ چوڑے پتوں والی جھاڑیاں بکثرت تھیں۔ بعض مقامات پر گھنے درخت اس قدر گنجان تھے کہ سورج کی روشنی بمشکل نیچے تک آ رہی تھی۔ تھوڑی دور آگے جا کر چشمہ آ گیا۔ تیز جھاگ اڑاتا پانی بہہ رہا تھا۔ چشمے کے آس پاس نوک دار پتوں والے عجیب سے درخت پھیلے ہوئے تھے۔ ماریا نے گھوڑے سے اتر کر چشمے پر منہ دھویا اور گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ وہ گھاس اور پتے وغیرہ کھا لے۔ خود وہ چشمے کے کنارے بیٹھ کر ناگ کے بارے میں سوچنے لگی کہ جب وہ واپس سرائے آیا ہو گا تو اسے نہ پا کر پریشان ہو گا۔ ماریا انہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ گھوڑا بڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوف زدہ انداز میں ہنہنایا۔ ماریا نے چونک کر ادھر دیکھا اور ایک بار تو ماریا کے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل گئی۔ وہ منظر ہی کچھ ایسا تھا۔ ایک درخت کی لمبی شاخوں نے گھوڑے کو دبوچ رکھا تھا۔ وہ رسی کی طرح گھوڑے سے لپٹی ہوئی تھیں۔

یہ آدم خور درخت تھے۔ یہ جاندار کو شاخوں میں دبوچ لیتے پھر شاخوں کے جسم سے ایک لیس دار تیزابی مادہ خارج ہونے لگتا اور جاندار کا گوشت اس مادے میں حل ہو جاتا اور کچھ ہی دیر بعد ہڈیوں کا پنجر باقی رہ جاتا۔ گھوڑا ٹانگیں چلاتا بری طرح ہنہنا رہا تھا۔ شاخیں اسے زمین سے اٹھا کر اوپر لے گئی تھیں گھوڑا شاخوں میں اس طرح چھپ گیا تھا کہ نظر ہی نہ آتا تھا۔

چند منٹ بعد درخت کی شاخیں کھل گئیں اور گھوڑے کا بے گوشت ڈھانچہ دھڑام سے نیچے آ گرا۔ ماریا کانپ اٹھی۔ ان آدم خور درختوں نے دیکھتے ہی دیکھتے پورا گھوڑا نگل لیا تھا۔ اب درختوں کی شاخیں پھر نیچے کو جھکی ہوئی تھیں اور موٹے سانپوں کی طرح جھوم رہی تھیں۔ یہ سوچ کر تو ماریا کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی کہ اگر وہ ان آدم خور درختوں کے پاس چلی جاتی تو؟

ماریا ان خونخوار درختوں سے بچ کر آگے نکلی۔ وسیع جنگل اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیاں ٹیلے گھاٹیاں۔ ان سے گزرتی ہوئی ماریا بہت دور نکل آئی۔ سورج سر پر آ گیا تھا۔ ماریا راستہ بھول کر بجائے ٹھگوں کے غار تک پہنچنے کے ویران جنگل میں نکل آئی تھی

یہاں آکر درختوں کا گھنا پن چھٹ گیا تھا۔ اچانک ماریا کو دور ایک مندر کی شکستہ برجیاں نظر آئیں۔ مندر ایک بلند ٹیلے کی اوٹ میں تھا۔ ماریا اس ویران جنگل میں مندر دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ اس نے ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا۔ پرانا ٹوٹا پھوٹا مندر تھا۔ برجیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ مندر کا دیو ہیکل دروازہ دیمک کی نذر ہو چکا تھا۔ دیواروں میں جا بجا دراڑیں تھیں اور جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ماریا نے سوچا کسی زمانے میں یہ مندر آباد ہو گا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ مندر میں چل کر کچھ دیر آرام کیا جائے۔

وہ ٹیلے کے دوسری طرف اترنے کے بعد مندر کی بڑھنے لگی۔ پرانا مندر نزدیک آتا جا رہا تھا!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقرب دیوتا کا پجاری

مندر بڑی خستہ حالت میں تھا۔

دیواروں پر لگا چونا اکھڑ چکا تھا۔ اور اینٹیں باہر جھانک رہی تھیں۔ ماریا دروازے سے گزر کر اندر آ گئی۔ یہاں لمبی جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ جنگلی انگوروں کی ایک بیل دیوار سے لپٹی ہوئی تھی۔

ماریا مندر میں گھومنے لگی۔

اس مندر میں ایک ظالم اور خونخوار جادوگر کا ٹھکانا تھا۔ اس کا نام عقرب جادوگر تھا وہ مندر کے مغربی حصّے کے ایک کمرے میں رہتا تھا۔ عقرب جادوگر اس وقت ایک مردہ شیر کے سر میں سلاخ ٹھونک کر منتر تیار کر رہا تھا جادوگر کا رنگ کالا تھا۔ پورے جسم پر لمبے لمبے بال تھے اس کا سر منڈا ہوا تھا مگر ـــ مگر بالوں کی جگہ ایک بچھو موجود تھا

خوفناک، سیاہ رنگ کا زہریلا بچھو۔ اس نے عقرب

جادوگر کے سر کو بالوں کی طرح چھپا رکھا تھا اور سر کے درمیان میں بچھو کا ڈنک یوں لٹک رہا تھا جیسے ہندوؤں کی چوٹی لٹک رہی ہوتی ہے۔ بچھو کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں متحرک تھیں کبھی کبھی وہ اپنے ڈنک کو بڑے ڈراؤنے انداز میں حرکت دیتا تھا۔ یہ بڑے ہی خطرناک زہر والا بچھو تھا جو اگر سنگِ مرمر پر اپنا ڈنک مارے تو پھر بھی سیاہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

عقرب جادوگر کے عین سامنے ایک بڑے بچھو کا کالے پتھر سے بنا ہوا مجسمہ تھا۔ یہ "عقرب دیوتا" کا بت تھا۔ جادوگر عقرب دیوتا کا پجاری تھا۔ بچھو کے اس مجسمے کے قدموں میں جادوگری کا سامان بکھرا پڑا تھا اور سامنے دیوار پر ایک کھوپڑی ابھری ہوئی تھی۔ یکایک کمرہ لرز اُٹھا۔

عقرب جادوگر نے چونک کر دیوار والی کھوپڑی کی طرف دیکھا کھوپڑی کا رنگ بدل رہا تھا۔ رنگ بدلتے بدلتے سرخ ہو گیا۔ جادوگر بڑے غور سے کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر بیٹھا بچھو بھی اپنے ڈنک کو بار بار حرکت دینے لگا تھا۔ پھر کھوپڑی کے ٹوٹے ہوئے جبڑے سے زرد رنگ کی زبان باہر نکل آئی۔

زبان ہلی اور کھوپڑی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے عقرب دیوتا کے پجاری — اس وقت مندر میں ایک ایسی عورت موجود ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔"

"کیا" — عقرب جادوگر چونک پڑا اس نے حیرت سے کہا:

"عورت نظر نہیں آتی۔ کیا وہ جادوگرنی ہے یا چڑیل؟"

لٹکی ہوئی زرد زبان ہل کر بولی:

"وہ ایک عام عورت ہے مگر ایک جادو کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی۔ اگر وہ تیرے قابو آ جائے تو تیرے لیے بڑے فائدے کی بات ہے۔"

بچھو نے کھوپڑی کی بات سن کر اپنے ڈنک کو خوشی سے یوں حرکت دی جیسے اس کی پسند کی بات کی ہو۔ عقرب جادوگر کی آنکھیں بھی چمک اٹھی تھیں اس نے شیر کا سر پرے پھینکتے ہوئے کہا:

"اے کھوپڑی۔ مجھے بتلاؤ۔ میں کس طرح اسے قابو کر سکتا ہوں۔"

کھوپڑی نے جواب دیا:

"تو اسے کسی طرح مندر کے سوکھے تالاب کی طرف لے جا۔ جونہی وہ تالاب میں قدم رکھے گی۔ ظاہر ہو جائے گی اور اپنی مرضی سے حرکت نہ کر سکے گی تو اسے اٹھا کر پتھر کے تابوت میں ڈال دینا اور چار دن بعد یہ مکمل طور

پر تیری غلام بن جائے گی تیرا ہر حکم بجا لائے گی۔"

کھوپڑی کی زبان اندر چلی گئی اور رنگ بھی بدل گیا اب وہ بے جان ہو چکی تھی۔ عقرب جادوگر نے پھرتی سے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ایک ہیبت ناک چڑیل نمودار ہوئی۔ چڑیل کے سر کے بال کانٹوں کی طرح کھڑے تھے۔ کان خرگوش کی طرح بڑے بڑے تھے اور لال زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں اور گلے میں زندہ سانپوں کا ہار پہنے ہوئے تھی۔

ڈراؤنی شکل والی چڑیل نے مکروہ قہقہہ لگا کر کہا:

"عقرب جادوگر۔ بول مجھے کیسے بلایا ہے۔ حکم کر میں تیرے لیے کیا کر سکتی ہوں۔"

عقرب جادوگر نے کھڑے ہو کر چڑیل کے کان میں کچھ کہا۔ چڑیل نے اپنے لمبے خرگوش سے کان ہلائے۔ زبان کو گھما کر ناک پر مارا اور کہا:

"اے جادوگر تو جو چاہتا ہے۔ وہی ہو گا۔"

چڑیل غائب ہو گئی۔

ادھر ماریا مندر میں گھوم رہی تھی کہ اسے زور دار چیخ سنائی دی۔ ماریا اچھل پڑی۔ اس نے دیکھا کہ صحن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک عورت بھاگی جا رہی ہے اور اس کے پیچھے ایک مرد تلوار سونتے بھاگ رہا ہے۔ عورت چیخیں مار رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ ماریا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

ماریا اس طرف لپکی۔ عورت کی چیخیں برابر سنائی دے رہی تھیں۔ ماریا صحن سے ہو کر کھلے باغ میں آ گئی۔ باغ میں آ گئی۔ باغ میں ایک بڑا تالاب تھا جس میں پانی نہیں تھا۔ تالاب کے دوسرے کنارے پر مرد نے عورت کو گرا رکھا تھا اور اسے قتل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

ماریا، عورت کی ہمدردی میں اس طرف دوڑی۔ تالاب میں پہلا قدم رکھتے ہی ماریا کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اس نے محسوس کیا اس کے دونوں پاؤں بھاری ہو گئے ہیں جیسے ان کے ساتھ وزنی پتھر باندھ دیئے ہوں۔ ماریا نے پیر اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ماریا کے تو پسینے چھوٹ گئے۔

عورت اور مرد غائب ہو چکے تھے اور ان کی جگہ ہیبت ناک چڑیل کھڑی قہقہے مار رہی تھی۔ ماریا سمجھ گئی کہ وہ جادو کے کسی چکر میں پھنس چکی ہے۔ اسی وقت ماریا نے محسوس کیا کہ اس کی پنڈلیاں بھی بے حس ہوتی جا رہی ہیں اور ایک سرد لہر دم بدم اوپر چڑھتی آ رہی ہے۔

ماریا بے بسی کی حالت میں کھڑی تھی

فضا میں ایک سنسنی خیز قہقہہ گونجا:

عقرب جادوگر آ پہنچا تھا۔ ماریا اس عجیب اور خوفناک جادوگر کو دیکھ کر ایک بار تو کانپ اٹھی۔ جادوگر نے چڑیل کی طرف دیکھا اور کہا:

"تیرا بڑا شکریہ۔ اب تو چلی جا۔"

چڑیل غائب ہو گئی۔

عقرب جادوگر ماریا کو گھورنے لگا۔

ماریا نے کہا:

"اے جادوگر میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا جو تو نے مجھے پکڑا ہے؟"

عقرب جادوگر کہنے لگا:

"تو نے میرا کچھ نہیں بگاڑا مگر تو میرے بڑا کام آ سکتی ہے میرا بہت کچھ سنوار سکتی ہے۔"

ماریا کا نچلا دھڑ اب بے حس ہو چکا تھا۔ سرد لہر لمحہ بہ لمحہ اوپر چڑھتی آ رہی تھی۔ ماریا کا جتنا جسم بے حس ہوتا وہ ظاہر ہوتا جاتا تھا پھر ماریا کے بازو، گردن اور سر بھی بے حس ہو گیا۔ ماریا نے بولنا چاہا لیکن حلق سے آواز نہ نکلی۔ وہ ایک طرح سے پتھر کا بت بن چکی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صرف اس کی آنکھیں، دماغ اور کان زندہ تھے، وہ دیکھ، سوچ اور سن سکتی تھی مگر بول نہیں سکتی تھی۔

عقرب جادوگر نے قہقہہ لگاتے ہوئے ماریا کو بازوؤں پر اٹھا لیا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک کونے میں پتھر کا تابوت پڑا تھا۔ ماریا کو اس تابوت میں ڈال کر عقرب جادوگر نے کہا:

"اب تم ہمیشہ میری قید میں رہو گی۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

تابوت گیلا اور ٹھنڈا تھا۔ اتنا ٹھنڈا کہ ماریا کی روح کانپ اٹھی۔ اس نے ایک بار پھر کوشش کی کہ اپنے جسم کو حرکت دے سکے مگر وہ اپنی پلکیں تک نہیں جھپک سکتی تھی۔ عقرب جادوگر چلا گیا۔

پتھریلے تابوت میں ماریا اکڑی ہوئی لاش کی مانند پڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ہزاروں برس پرانی حنوط شدہ مصری ممی ہے جسے کسی پرانے حرم سے نکال کر لایا گیا ہے۔ ماریا کو اپنی حالت پر خود ہی ترس آ گیا اس نے سوچا بی بی ماریا اس بار بری پھنسیں اس جادوگر کی قید سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔

آئیے اب عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

عنبر کھیتوں میں سے گزرتا ہوا پکی سڑک پر آ گیا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جانا چاہیئے ممکن ہے ناگ یا ماریا سے وہیں ملاقات ہو۔ عنبر کو اپنے بھائی اور بہن کی یاد بری طرح ستانے لگی تھی وہ سیدھا بندرگاہ پہنچا۔

ہندوستان جانے والا جہاز آج شام روانہ ہو رہا تھا۔ عنبر نے ٹکٹ لیا اور جہاز میں سوار ہو گیا۔ جہاز کا امریکی کپتان بڑا خوش اخلاق آدمی تھا۔ شام کے وقت ملاحوں نے بادبان کھول دیئے۔ بادبانوں میں ہوا بھری تو جہاز حرکت میں آ گیا اور ساحل سے ہٹنے لگا۔

کھلے سمندر میں آ کر جہاز کی رفتار تیز ہو گئی۔ امریکہ دور ہوتا جا رہا تھا۔ عنبر عرشے پر کھڑا تھا۔ ڈوبتے سورج کا منظر بے حد حسین تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سونا پگھل رہا ہو۔ غروب ہوتے سورج کی زردی مائل سرخ روشنی میں سمندر کی لہریں جیسے ناچ رہی تھیں۔

سورج غروب ہو گیا تو عنبر عرشے سے نیچے اپنے کیبن میں آ گیا۔ کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ عنبر مزے سے سفر کرتا رہا پھر ایک روز جہاز کو سمندری طوفان نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ لیا۔ اس دن صبح ہی سے آسمان پر بادل جمع ہونے لگے تھے۔ ہوا بند ہوگئی تھی اور سمندر بالکل پرسکون ہوگیا۔

سمندر کی یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ امریکی کپتان بڑا تجربہ کار تھا اس نے موسم سے اندازہ لگا لیا تھا اور مسافروں اور ملاحوں کو چوکنے کا حکم دیکر حفاظتی تدابیر اختیار کر لی تھیں مگر جب طوفان آیا تو یہ سارے حفاظتی اقدامات ریت کے گھروندے ثابت ہوئے۔

دوپہر کے وقت تیز ہوا چلنے لگی اور لہریں اٹھنے لگیں آسمان پر کالے ڈراؤنے بادلوں کا قبضہ تھا۔ بجلی کڑکی اور بارش شروع ہوگئی۔ جہاز بُری طرح ڈولنے لگا۔

بادبانوں میں اتنی ہوا بھر گئی تھی کہ ان کے پھٹنے کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔ کپتان نے چیخ کر بادبان لپیٹ دینے کا حکم دیا۔ سمندر سے پہاڑ ایسی بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ بجلی کڑکنے کی آواز کان پھاڑے دیتی تھی۔ عنبر بھی عرشے پر کھڑا تھا۔ اس نے اپنی لمبی زندگی میں بے شمار طوفان دیکھے تھے۔ مگر یہ طوفان بڑا خوفناک تھا۔ عنبر نے اندازہ لگایا کہ اب جہاز نہ بچ سکے گا۔ اتنا بڑا جہاز کاغذ کی کشتی کی مانند ہچکولے کھا رہا تھا۔ لہریں اسے

اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی تھیں۔

یکایک ایک بہت بڑی لہر اُٹھی

اس لہر نے جہاز کو الٹ دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مسافر چیخیں مارتے غضب ناک سمندر میں لہروں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترنے لگے۔ عنبر بھی سمندر میں گر پڑا تھا۔ موجیں اسے اُٹھا کر ادھر سے اُدھر پھینک رہی تھیں۔ عنبر کو اگر قدرت نے ہمیشہ زندہ رہنے کی طاقت نہ دی ہوتی تو اس کی موت یقینی تھی۔

ایک بار جو لہر نے عنبر کو پٹخنی دی تو وہ گہرے سمندر میں بیٹھتا چلا گیا۔ نیچے سمندر میں طوفان نہیں تھا۔ عنبر نے سطح پر ابھرنے کی کوشش کی مگر پانی کے دباؤ نے اسے سطح تک نہ آنے دیا۔ وہ پانی کے اندر ہی تیرنے لگا۔ رنگ برنگی مچھلیاں اس کے قریب سے گزر رہی تھیں۔

عنبر کو پانی میں سانس لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہو رہی تھی وہ مچھلی کی مانند تیرتا چلا جا رہا تھا۔ سمندر کی دنیا بہت حسین تھی۔ پہاڑیاں میں اُگے پودے پانی میں لہرا رہے تھے۔ عنبر ایک پہاڑی سرنگ سے گزر کر دوسری طرف نکلا تو دنگ رہ گیا۔

اس کے سامنے ایک خوبصورت محل تھا۔ محل کی دیواریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مونگے کی تھیں اور چھت سیپوں سے بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک طرح کا سیپ محل تھا۔ پانی کی لہریں جب چھت کو چھوتی ہوئی گزرتیں تو ہر سیپ خود بخود کھلنے اور بند ہونے لگتی۔ یہ منظر اس قدر پیارا تھا کہ عنبر نے اپنی پوری زندگی میں نہ دیکھا تھا۔

عنبر سیپ محل کی طرف تیرنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ سمندر میں اتنا خوب صورت محل کہاں سے آ گیا اور اس میں کون رہتا ہے۔ محل کے آس پاس کوئی مچھلی نہ تھی۔ اچانک سیپ محل کا دروازہ کھلا اور —— اور جل پریوں کا ایک غول باہر نکل آیا۔ عنبر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ منظر وہ اپنی پانچ ہزار سالہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

اس کے سامنے سمندر کی مخلوق تھی۔ اس کا اوپر کا دھڑ انسانوں ایسا اور نچلا دھڑ مچھلی کا تھا۔ انہوں نے ہاتھوں میں لمبے نیزے پکڑے ہوئے تھے یہ نیزے وہیل مچھلیوں کے لمبے دانتوں سے بنے ہوئے تھے۔ جل پریوں نے عنبر کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ٹھوکا دے کر محل میں جانے کا اشارہ کیا۔

عنبر ان کے ساتھ محل میں آ گیا۔ یہاں دربار لگا ہوا

تھا۔ سامنے ایک بڑی سیپ میں جل پریوں کی ملکہ بیٹھی ہوئی تھی۔ دربار کی دیواریں شیشے سے بنی ہوئی تھیں جو پانی کی مانند جھلک رہی تھیں۔ دیواروں کے ساتھ سیکڑوں سیپ قطار در قطار رکھے ہوئے تھے۔ گلابی، سبز، براؤن سنہری اور دودھیا سیپ —— جن سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ روشنی شیشے کی دیواروں سے منعکس ہو کر پانی پر پڑتی تو ایسا لگتا کہ رنگ ناچ رہے ہیں۔ عنبر کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے الف لیلہ کا ایک باب زندہ ہو کر آ گیا ہے۔

ملکہ جل پری کے سر پر سچے موتیوں کا تاج تھا۔ اس کے دونوں طرف دو جل پریاں تلواریں لیے کھڑی تھیں۔ ملکہ بڑی دلچسپ نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ رہی تھی پھر اس کی آواز پانی کی لہروں میں گونجی:

"خوش آمدید اے انسان۔ ہم بڑی دیر سے تمہارے منتظر تھے۔"

عنبر پر حیرت کا دوسرا حملہ ہوا اس نے کہا:

"سمندری مخلوق کی ملکہ۔ میں تیرا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

ملکہ کہنے لگی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جل دیوتا کی پیشین گوئی سچ تھی۔ اس نے کہا تھا کہ زمین سے ایک انسان آئے گا اور میری مدد کرے گا اور تم آ گئے ہو۔"

عنبر احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ ملکہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

"سن اے انسان۔ میں سمندری سلطنت کی ملکہ ہوں۔ میری ایک ہی بیٹی تھی ایک دن وہ سطح سمندر پر سیر کرنے گئی تو ادھر سے ایک بڑی جہاز گزر رہا تھا۔ میری بیٹی شہزادی پری نے جہاز پر کھڑے ایک انسان کو دیکھ لیا۔ اس سے قبل اس نے انسانوں کے بارے میں صرف کہانیاں سن رکھی تھیں۔ انسان کو دیکھ کر شہزادی کے دل میں یہ خواہش ابھری کہ کاش اس کی بھی انسانوں جیسی دو ٹانگیں ہوں اور وہ چل پھر سکے۔

آہ — بس یہیں سے بربادی کا آغاز ہوا۔ شہزادی اسی فکر میں بیمار پڑ گئی۔ ہم نے اس کا بہتیرا علاج کرایا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہماری اس سلطنت سے کئی میل آگے ایک سمندری جادوگرنی کا گھر ہے۔ وہ بڑی بے رحم ہے جو جل پری بھی ادھر جا نکلے اسے اپنا قیدی بنا لیتی ہے شہزادی جل پری نے سوچا ممکن ہے کہ جادوگرنی اسے

انسانوں کی طرح دو ٹانگیں بنا دے۔ ایک رات وہ چپکے سے محل سے نکلی اور جادوگرنی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

جادوگرنی نے اس کی مدد کرنے کی بجائے اسے اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ بڑی طاقت ور ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم نے جل دیوتا سے مدد مانگی تو اس نے کہا انسانوں کی دنیا سے ایک انسان آئے گا اور وہی جادوگرنی کو مار سکے گا۔ اس دن سے ہم تمہارے منتظر تھے اور آج تم آ گئے۔"

عنبر نے گہری سانس لی۔ یہاں سمندر کی دنیا میں بھی بدبخت جادوگروں اور چڑیلوں نے پیچھا نہ چھوڑا تھا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار عنبر کا ایک سمندری چڑیل[۱] سے مقابلہ ہو چکا تھا۔ سمندر کی تہ میں جو دنیا آباد ہے وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی خوف ناک ہے بڑے بڑے مگرمچھ، آکٹوپس، شارک مچھلیاں، سانپ دریائی گھوڑے بکثرت ہوتے ہیں۔

عنبر نے کہا:

"اے ملکہ جل پری، میں تمہاری مدد کروں گا لیکن یہ

۱: پڑھیے۔ موت کا دریا۔ قسط ۲

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو بتاؤ تم سمندر کے نیچے کس طرح رہتی ہو۔ کیا کھاتی ہو؟ ملکہ خوش ہوگئی تھی۔

اس نے جواب دیا:

"ہماری ناک کے اندر ایک جھلی سی بنی ہوتی ہے جس سے جب پانی ٹکراتا ہے تو جھلی پانی میں موجود آکسیجن جذب کر لیتی ہے اور اسی آکسیجن سے ہم زندہ رہتی ہے کھانے میں ہم سمندری گھونگے اور پھل کھاتی ہیں۔ جب کوئی جل پری مرتی ہے تو اس کا جسم جھاگ بن کر پانی میں مل جاتا ہے۔

ہمارے جسم میں انسانوں کی طرح زندہ روح نہیں ہوتی۔ انسان جب مرتا ہے تو اس کی روح جسم سے نکل کر دوسرے جہان میں چلی جاتی ہے۔ اور پھر کبھی نہیں مرتی مگر جل پری کے مرتے ہی اس کا بدن جھاگ بن کر پانی میں گم ہو جاتا ہے۔ ویسے ہماری زندگی ایک ہزار سال تک ہوتی ہے۔ ہم پانی میں بڑے مزے سے تیر سکتی ہیں۔

"سال کے شروع میں مہینے میں جل پریاں انڈے دیتی ہیں اور ہماری نسل بڑھتی ہے۔"

کچھ دیر ملکہ، عنبر کو سمندری دنیا کے بارے میں بتاتی

وہیں پھر ایک بہت بڑی سیپ میں عنبر کے آرام کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس سیپ میں ننھے ننھے موتی بچھے ہوئے تھے جو جھلملا رہے تھے۔ عنبر اس سیپ میں لیٹا تو اسے یوں لگا جیسے کسی آرام دہ گدے پر لیٹا ہو۔ موتیوں سے بڑی خوشگوار اور بھینی بھینی خوشبو خارج ہو رہی تھی۔

عنبر نے سوچا۔ یہ کائنات کتنی بڑی ہے۔ صرف ہماری دنیا میں ایسی ایسی عجیب چیزیں ہیں کہ انسان ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا —— اور پوری کائنات انسان کے چھوٹے سے ذہن میں کہاں سما سکتی ہے۔ جس میں کروڑوں چاند، سورج، سیارے اور ستارے چکرا رہے ہیں جو ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں تو ہر شے فنا ہو جائے۔

نجانے کب تک عنبر اس سیپ میں سوتا رہا پھر موسیقی کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک جل پری سیپ کے پاس بیٹھی بربط بجا رہی ہے۔ عنبر کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر وہ چلی گئی۔ چند منٹ بعد ملکہ جل پری آ گئی۔ اس کے پیچھے کنیزوں کا ہجوم تھا جنہوں نے شفاف طشتریوں میں سمندری پھل اٹھا رکھے تھے۔ عنبر نے ایک پھل چکھا بے حد لذیذ تھا عنبر سارا پھل کھا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اسی دن عنبر سیپ محل سے نکل کر جادوگرنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سمندر کے پانی میں تیرتا وہ چلا جا رہا تھا کہ لیکن سمندر میں تیرتے ایک خون خوار آکٹوپس نے انسان کی بُو سونگھ لی۔ یہ ایک بہت بڑا آکٹوپس تھا۔ جو جہاز سے گرنے والے کتنے انسانوں کو ہڑپ کر چکا تھا۔

اس کے پورے جسم پر ربڑ کی طرح لچک دار سونڈیں تھیں۔ ہر سونڈ ہاتھی کی سونڈ کے برابر تھی۔ وہ سونڈیں لہراتا عنبر کی طرف لپکا۔ عنبر اپنے خیال میں تیرتا جا رہا تھا کہ آکٹوپس نے پیچھے سے آ کر اپنی ایک سونڈ میں اسے دبوچ لیا۔ آکٹوپس سمجھ رہا تھا کہ ایک مزیدار شکار ہاتھ لگا ہے اس بے چارے کو کیا معلوم کہ اس نے مصیبت کو گلے لگایا ہے۔

اس سے پہلے کہ عنبر سنبھلتا آکٹوپس نے اسے اپنی سونڈوں میں جکڑ لیا اور دبانے لگا۔ عنبر کی جگہ لاکھوں ٹن وزنی وہیل مچھلی ہوتی تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ــــ آکٹوپس جھنجلا گیا اس نے عنبر کو اپنے منہ میں ڈالنا چاہا۔ تو عنبر نے اس کی ابھری ہوئی آنکھ پر پوری طاقت سے گھونسہ مارا!

آکٹوپس کا ڈیلا پچک گیا۔ اس نے درد سے بےحال ہو کر سونڈیں لہرائیں تو عنبر ان کی گرفت سے نکل گیا۔ پانی میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ عنبر نے آکٹوپس کی ایک موٹی سونڈ پکڑ کر اپنی تاریخی طاقت سے جھٹکا دیا۔ تڑاخ ــ سونڈ ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ آکٹوپس کے تو باپ کے ساتھ بھی ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس نے گھما کر دوسری سونڈ عنبر پر ماری مگر یہ سونڈ بھی واپس نہ جا سکی۔

عنبر نے اسے دبوچ لیا تھا اور توڑنے کوشش کر رہا تھا۔ آکٹوپس کی تو جان عذاب میں آ گئی تھی۔ جسے وہ تر نوالہ سمجھ رہا تھا وہ تو لوہے کا چنا ثابت ہوا تھا۔ اس کا پہاڑ ایسا جسم بار بار سکڑ اور پھیل رہا تھا۔ عنبر نے اس کی دوسری سونڈ بھی جڑ سے اکھاڑ دی۔

اب تو خونی آکٹوپس نے بھاگ نکلنے میں ہی خیریت جانی ــ وہ اپنی سونڈیں سمیٹ کر پانی کی تہہ میں بیٹھتا چلا گیا۔ عنبر آگے بڑھنے لگا۔ وہ کچھ آگے گیا تھا کہ اس نے دیکھا سمندر کے شفاف پانی میں ہر رنگ کے لعل بہتے آ رہے ہیں۔ عنبر نے ایک لعل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ میں لیا۔ بڑا خوب صورت اور قیمتی تھا۔ ایسے لعل تو بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتے۔ عنبر کے ذہن میں سوال ابھرا یہ لعل کہاں سے بہتے آ رہے ہیں۔ عنبر ان کے ساتھ ساتھ تیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا!!

◎

○ پراسرار لعل کہاں سے بہتے آ رہے تھے؟
○ آپ کا محبوب ہیرو سمندر کی حیرتناک دنیا میں؟
○ سمندر جادوگرنی نے خوفناک مقابلہ۔ کیا عنبر جل پری شہزادی کو آزاد کرا سکا؟
○ کیا ماریا عقرب جادوگر کی غلام بن گئی؟
○ مریم کے ساتھ کیا بیتی؟
○ ناگ، وزیر اور سپہ سالار کی سازشوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوا؟

ان سب سوالوں کے جواب آپ کو اس دلچسپ داستان کے اگلے حصے "جل پری کی بیٹی" میں ملیں گے۔ آج ہی اپنے قریبی بکسٹال سے خریدیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کے تعاقب کی و

عنبر ناگ ماریا

۵ ہزار سالہ سفر کی پُر اسرار اور سنسنی خیز داستان

مُصنّف: اے حمید

۱ - لاش سے ملاقات قیمت ۰۰/۴

۲ - جہاز ڈوب گیا " ۰۰/۴

۳ - مندر کی چڑیل " ۰۰/۴

۴ - پُراسرار غار کی مُورتی " ۰۰/۴

۵ - ناگ لندن میں " ۰۰/۵

۶ - تابوت میں سانپ " ۰۰/۵

۷ - موت کا دریا " ۰۰/۵

۸ - سانپ کا انتقام " ۰۰/۵

۹ - سانپ کی آواز " ۰۰/۴

۱۰ - ناگ کا قتل " ۰۰/۴

۱۱ - شاہ بلوط کا خزانہ " ۰۰/۴

۱۲ - پتھر کا ہاتھ " ۰۰/۴

۱۳ - طوفانی سمندر کا بھوت " ۰۰/۴

۱۴ - ڈائناسورس کا جزیرہ " ۰۰/۴

۱۵ - سیاہ پوش سایہ " ۰۰/۴

۱۶ - انسانی بلّی " ۰۰/۴

۱۷ - سانپوں کا جنگل " ۰۰/۴

۱۸ - ماریا اور بن مانس ۰۰/۴

۱۹ - قبر نما انسان قیمت ۰۰/۴

۲۰ - لکشمی دیوی کا انتقام " ۰۰/۴

۲۱ - ناگ اور جادوئی ترشول " ۰۰/۴

۲۲ - ناگ عنبر مقابلہ " ۰۰/۴

۲۳ - لاش کی چیخ " ۰۰/۴

۲۴ - آسیب کی رات " ۰۰/۴

۲۵ - ننانوے سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۰۰/۱۱

۲۶ - عنبر پھانسی کی [illegible] میں قیمت ۰۰/۴

۲۷ - ماریا اور جادوگر [illegible]پ " ۰۰/۴

۲۸ - نقلی ناگ کی [illegible] " ۰۰/۴

۲۹ - بابل کی بد رُوحیں " ۰۰/۴

۳۰ - قبر کی دُلہن (خاص نمبر) " ۵۰/۴

۳۱ - آدھا گھوڑا آدھا انسان " ۰۰/۵

۳۲ - ناگ ناگن مقابلہ " ۰۰/۶

۳۳ - ایک آنکھ والی عورت " ۰۰/۶

۳۴ - مُردوں کی شہزادی " ۰۰/۶

۳۵ - سانپوں کا دربار " ۰۰/۶

پتا مکتبہ اقرأ ۔ ۱۴/۱ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸